823

مطبع منشی نول کشور لکھنؤ میں طبع ہوئی

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

بعون صانع زمین و مکان و فضل خلاق زمین و زمان نسخہ

مثنوی گلزار نسیم

مطبع منشی نولکشور لکھنؤ میں بطبع مقبول جہان ہوا

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

Marfat.com

136952

مختصر حال نسیم و گلزار نسیم

ادب کا چمکتا ہوا تارا پنڈت دیا شنکر نسیم ۱۸۱۱ء میں افق لکھنؤ سے طلوع ہوا۔ پنڈت گنگا پرشاد کول ان کے والد بزرگوار کا نام تھا۔ نسیم کوتاہ قد گندمی رنگ چھریرے بدن کے آدمی اور شاہی فوج میں وکیل تھے۔ اُردو فارسی تعلیم اُس زمانہ میں عام تھی۔ نسیم نے بھی یہی زبانیں سیکھی تھیں۔ یہ بحث کہ ان کا مبلغ علم کیا تھا۔ اس جواب سے ختم ہو جاتی ہے کہ پہلے زمانے کے معمولی پڑھے لکھے آجکل کے بڑے عالموں کے پلے کے ہوتے تھے۔ اساتذۂ فن کا کلام اُردو فارسی دیکھنے کا چسکا تھا۔ جس نے بیس برس کی عمر میں انھیں اچھا خاصہ شاعر بنا دیا تھا اُس زمانہ میں آتش و ناسخ کا بڑا شہرہ تھا۔ اکثر مبتدی اُنھیں دونوں کے دامن کمال سے وابستہ ہوتے تھے۔ یہ بھی آتش کے شاگرد ہو گئے غزلیں کہیں۔ اصلاح لی۔ تاآنکہ چھوٹا سا ایک دیوان مرتب ہو گیا۔ جو اب عام طور سے تو نہیں ملتا۔ مگر اس کا کچھ حصہ مباحثہ چکبست و شرر کے آخر میں مثنوی کے بعد چھاپ دیا گیا ہے۔

اب یہ معلوم ہونا دشوار ہے۔ کہ کن اسباب نے اُن کو مثنوی لکھنے پر آمادہ کیا مگر یہ حقیقت ہے کہ اُنھوں نے گل بکاولی کا پرانا قصہ جو اُردو نثر میں لکھا جا چکا تھا اپنی نظم کے لئے انتخاب کیا جیسا کہ انھوں نے خود بتایا ہے۔ ؎

وہ نثر ہے داد نظم دوں میں اس مے کو دو آتشہ کروں میں

بہر حال بتایا گیا ہے کہ پچیس سال کی عمر میں مثنوی گلزار نسیم تمام ہوئی۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ جب یہ تمام ہوئی تو اچھی خاصی ضخیم تھی۔ اسی صورت میں آتش کے سامنے اصلاح کے لئے پیش کی گئی۔ آتش نے دیکھ کر نسیم سے کہا کہ مثنوی طویل اور پڑھنے والوں کی تعداد قلیل۔ بھلا اتنی بڑی کتاب کو کون دیکھے گا۔ یا تم کہ مصنف ہو اسے دیکھو گے۔ یا یہ کہ میں اصلاح دوں گا۔ ایک مرتبہ نظر ڈال جاؤں گا۔ بہتر یہ ہے کہ انتخاب کرو یہ بات نسیم کی سمجھ میں بھی آ گئی اور انھوں نے اسکو پھر دیکھ کر ضروری مطالب کے شعر رہنے دئے باقی قلم زد کر دئے۔ آتش نے اصلاحیں دیں۔ مگر بہت سی اصلاحیں نسیم کو پسند نہ آئیں۔ اور شعر بحالہ رہنے دئے۔ اس کے بعد یہ مثنوی ایک مشاعرہ میں پڑھی گئی اور سننے والوں نے بہت پسند کیا۔ اور بعد کو یہ مثنوی طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئی۔

۱۸۴۳ء میں دیا شنکر نسیم کا انتقال ہوا۔ نسیم اپنے دور کے شعرا میں ایک خوشگو شاعر مانے جاتے تھے۔ اور معاصرین ان کی عزت کرتے تھے۔ خوش گوئی کے ساتھ زود گوئی کا جوہر بھی ان میں موجود تھا۔ بذلہ سنج۔ وارستہ مزاج۔ اور قانع تھے۔ آتش کے شاگرد تھے اور اپنے استاد۔ بھائی صبا سے نہایت خلوص تھا چنانچہ جب ان کا انتقال ہوا تو صبا نے یہ شعر کہا ؎

اُٹھ گئے ہیں نسیم جس دن سے   اے صبا وہ ہوائے باغ نہیں

آتش و ناسخ کے دور میں جو مشاعرے ہوتے تھے نسیم بھی اکثر و بیشتر ان میں شریک ہوتے رہتے تھے۔ اور برابر اپنی طبع معنی آفریں کے جوہر دکھاتے تھے۔ صفائی اور معنی آفرینی دونوں ان کے کلام میں موجود ہیں مگر بہ نسبت صفائی کے

Marfat.com

معنی آفرینی کے زیادہ دلدادہ تھے۔ اور تناسب الفاظ کا بھی خصوصیت سے خیال رکھتے تھے چنانچہ یہی دونوں باتیں خصوصیت کے ساتھ اُن کی مثنوی میں موجود ہیں۔ اور اُن کے کلام کی زینت کی بنا اکثر انہی دو چیزوں پر رکھی ہوتی ہے۔ اور یہی چیز ہے کہ اکثر جگہ حسن ہوتی ہے اور کہیں کہیں معترضوں کو اعتراض کا موقع بھی دیتی ہے۔ چنانچہ مولانا حالی نے اپنے مقدمہ شعر و شاعری میں اس مثنوی کے اس قسم کے اشعار پر اعتراض کئے ہیں اور مولانا شررؔ مرحوم و دیگر اساتذہ نے بھی اعتراضات کئے اور اس روش کو پسند نہیں کیا۔

رندؔ سے ان کی شاعرانہ نوک جھوک رہتی تھی۔ اور یہ کبھی کبھی دل کا وشوں کے نقشے دکھا جاتی تھی جن کا پنڈت برج نرائن چکبست نے اپنے دیباچہ گلزار نسیم میں ذکر کیا ہے۔

مثنوی گلزار نسیم ان کی زندگی میں طبع ہوئی۔ اور ابتک وہ نسخہ جو مصنف کی توجہ و تصحیح سے شائع ہوا کہیں کہیں نظر بھی آجاتا ہے۔ مگر اس کے قبول عام کا یہ حال ہے کہ مصنف کے بعد بھی بہت سے مطبعوں میں متعدد مرتبہ چھپ کر برابر فروخت ہو رہی ہے اور اس قدر مقبول و معروف ہے۔ کہ ہر اُردو داں اس کا مدّاح ہے۔ مطبع ہذا میں اس سے پہلے ۲۴ مرتبہ یہ مثنوی طبع ہوئی لیکن اس مرتبہ خصوصیت سے اس کی تصحیح وغیرہ پر توجہ کر کے اکثر حواشی کا اضافہ کیا گیا اور اب یہ کتاب ایسی ہے کہ طلبا وغیرہ کے لئے بھی مفید ہو اور وہ مشکل مشکل معانی و مطالب بغیر لغت دیکھے سمجھ سکیں۔

مثنوی کے متعلق تنقید یا اس کا دوسری مثنویوں سے تقابل کرنا ایک زائد سی

Marfat.com

بات ہے کیونکہ مثنوی خود ناظرین کے پیش نظر ہے اس لئے اسی خیال کو نظر انداز کر دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ اس کی خوبیوں اور فرد گزاشتوں پر کافی بحث ۱۹۰۵ء میں اس وقت ہو چکی ہے جب اس کے دیباچہ پر جو چکبست مرحوم نے لکھا تھا مولانا شرر مرحوم وغیرہ نے اعتراض کئے تھے۔

عبد الباری آسی ۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر شاخ[1] میں ہے شگوفہ کاری ۔ ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر ۔ حمدِ حق و مدحتِ پیمبر
پانچ انگلیوں میں یہ حرف زن ہے ۔ یعنی کہ مطیع پنج تن[2] ہے
ختم اس پہ ہوئی سخن پرستی ۔ کرتا ہے زباں کی پیش دستی[3]

خواستگاری جناب باری سے مثنوی گلزار نسیم کی ترتیب کے واسطے

یارب مرے خامے کو زباں دے ۔ منقارِ ہزار داستاں دے

سلہ ہر شاخ میں ایک بہار آئی ہوئی ہے۔ لہٰذا قلم کا ثمرہ کار یہی ہے کہ خدا کی تعریف لکھے شاخ ۔ شگوفہ کاری ۔ ثمرہ ۔ قلم ۔ الفاظ میں تناسب الفاظ ہے ۱۲
سلہ پنجتن سے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور حسنین اور حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو مراد لیتے ہیں لیکن بعض لوگ رسول اور چاروں خلفائے کبار کو سمجھتے ہیں ۱۲ سلہ پیش دستی ۔ نیابت ۔ وسبقت آسی ۱۲

Marfat.com

افسانۂ گل بکاؤلی کا | افسوں[۵۱] ہو بہارِ عاشقی کا
ہر چند سنا گیا ہے اس[۵۲] کو | اردو کی زباں میں سخن گو
وہ نثر ہے داد نظم دوں میں | اس مے کو دوآتشہ[۵۳] کروں میں
ہر چند اگلے جو اہل فن تھے | سلطان قلمرو سخن تھے
آگے اُن کے فروغ پانا | سورج کو چراغ ہے دکھانا
پر بحر سخن سدا ہے باقی | دریا[۵۴] نہیں کار بند ساقی
طعنے سے زبان نکتہ چیں روک | رکھ لے[۵۵] مری اہل خامہ میں نوک
خوبی سے کرے دلوں کو تسخیر | نیرنگ[۵۶] نسیم باغ کشمیر
نقطے ہوں سپند[۵۷] خوش بیانی | جدول ہو حصار سحر خوانی
جو نکتہ لکھوں کہیں نہ حرف[۵۸] آئے | مرکز پہ کشش مری پہنچ جائے

داستان تاج الملوک شاہزادے اور زین الملوک بادشاہ مشرق کی

روداد زبان باستانی | یوں نقل ہے خامہ کی زبانی

۵۱ یعنے بہار عاشقی کا افسوں بنجائے ۱۲ ۵۲ یعنے اس افسانے کو ۱۲ ۵۳ دوآتشہ شراب جو دو مرتبہ کھینچی جائے اور وہ نسبتاً تند و تیز ہوتی ہے ۱۲ ۵۴ فیض دریا محتاج ساقی نہیں ہے ۱۲ ۵۵ نوک رکھ لینا محاورہ ہے۔ یعنے بات رکھ لینا یہ اعتبار خامہ لفظ نوک بہت مناسب ہے ۱۲ ۵۶ یعنے باغ کشمیر کی نسیم کا نیرنگ نسیم کشمیری پنڈت تھے ۱۲ ۵۷ سپند سوختنی۔ دفع نظر بد کے لئے جلایا جاتا ہے۔ یہ بیج ہوتے ہیں جو باریک اور نقطہ کے مانند ہوتے ہیں ۱۲ ۵۸ حرف آنا۔ الزام آنا عیب لگنا مرکز پہ کشش پہنچنے سے مراد حسب مقصود لکھ لینا اور صحیح مفہوم ادا ہونا ۱۲ آسی

Marfat.com

پورب میں ایک تھا شہنشاہ | سلطان زین الملوک ذی جاہ
لشکر کش و تاجدار تھا وہ | دشمن کش و شہریار تھا وہ
خالق نے دیئے تھے چار فرزند | دانا عاقل ذکی خردمند
نقشہ ایک[1] اور نے جمایا | پس ماندہ کا پیش خیمہ آیا
امید کے نخل نے دیا بار | خورشید حمل[2] ہوا نمودار
وہ نور کہ صدقے مہر انور | وہ رخ کہ نہ ٹھہرے آنکھ جس پر
نور آنکھ کا کہتے ہیں پسر کو | چشمک[3] تھی نصیب اس پدر کو
خوش ہوتے ہی طفل مہ جبیں سے | ثابت یہ ہوا ستارہ بیں سے
پیارا یہ وہ ہے کہ دیکھ اسی کو | پھر دیکھ نہ سکیے گا کسی کو
نظروں سے گرا وہ طفل ابتر | مانند سرشک دیدۂ تر
پردے سے نہ دایانے نکالا | پتلی سا نگاہ رکھ کے پالا
تھا افسر خسرواں وہ گلفام | پالا تاج الملوک رکھ نام
جب نام خدا جواں ہوا وہ | مانند نظر رواں ہوا وہ
آتا تھا شکار گاہ سے شاہ | نظارہ کیا پسر کا ناگاہ

ف۱ نقشہ اک اور نے جمایا سے مراد یہ کہ پھر ایک حمل قائم ہوا ۱۲ ف۲ حمل بفتح اول و سکون دوم صحیح ہے مگر عام زبانوں پر بفتحتین ہے اور اس کی مثالیں کلام شعرا میں ملتی ہیں ۱۲ ف۳ چشمک آنکھ سے اشارہ کرنا۔ شکر رنجی۔ ملال۔ گر یہاں شاید چشم پوشی کے معنے لیے ہیں جو مناسب محل ہیں۔ کیونکہ نور۔ آنکھ۔ وغیرہ پہلے ہی کہہ چکے ہیں یہ بھی رعایت لفظی کی وجہ سے ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

صاد آنکھوں[۵۱] کی دیکھکر پسر کی — بینائی کے چہرے پر نظر کی
مُہرِ لب[۵۲] شہ ہوئی خموشی — کی نور بصر نے چشم پوشی
دی آنکھ جو شہ نے رونمائی — چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی
ہر چند کہ بادشہ نے ٹالا — اُس ماہ کو شہر سے نکالا
گھر گھر یہی ذکر تھا یہی شور — خارج ہوا نور دیدۂ کور
آیا کوئی لے کے نسخۂ نور — لایا کوئی جا کے سرمۂ طور
تقدیر سے چل سکا نہ کچھ زور — بینا نہ ہوا وہ دیدۂ کور
ہوتا ہے وہی خدا جو چاہے — مختار ہے جس طرح بنا ہے

جانا چاروں شہزادوں کا بہ تجویز کحال تلاش گل بکاولی کو

پایا[۵۳] جو سفید چشم صفحا — یوں میلِ قلم نے سرمہ کھینچا

۵۱ صاد۔ آنکھ کو شعرا صاد سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور صاد علامت منظوری بھی ہے چہرہ پر نظر کرنا اصطلاح دفاتر شاہی میں نام کاٹ دینے کے معنی میں ہے۔ چہرا لکھا جانا یعنی حلیہ وغیرہ لکھا جانا۔ نظر کرنا نظری کرنا ۱۲ ۵۲ یعنی بادشاہ خاموش ہو گیا۔ اور نور بصر جاتا رہا۔ بعض نسخوں میں بجائے دنے، کے دسے ہے، مراد یہ کہ بادشاہزادے سے چشم پوشی کی۔ ۵۳ پایا جو سفید چشم صفحا۔ سفید چشم۔ صفت اور صفحا موصوف۔ گلزار نسیم مرتبہ اصغر حسین میں اس شعر پر غلط اعتراض کیا ہے چشم کو مضاف اور صفحا کو مضاف الیہ سمجھا ہے اور اس لحاظ سے چونکہ صفحہ میں بوجہ قافیہ الف لایا گیا ہے اور وہ ہندی ہو گیا ہے اسکی اضافت کو غلط کہا ہے۔ حالانکہ یہاں اضافت کا وجود ہی نہیں ہے۔ میل۔ سلائی۔ سفید چشم ہونا علامت زوال بینائی ہے ایسے قلم کی سلائی سے سرمہ لگایا گیا یعنی صفحہ سادہ تھا اس پر لکھا گیا ۱۲ آسی

Marfat.com

تھا اک کحّال¹ پیر دیریں ـــ عیسیٰ کی تھیں اس نے آنکھیں دیکھیں
وہ مرد خدا بہت کراہا² ـــ سلطاں سے ملا کہا کہ شاہا
ہے باغ بکاولی میں اک گل ـــ پلکوں³ سے اُسی یہ مار چنگل
خورشید میں یہ ضیا کرن کی ـــ ہے ٹھہر گیا⁴ اُسی پہ چمن کی
اُس نے تو گل ارم بتایا ـــ لوگوں کو شگوفہ⁵ ہاتھ آیا
شہزادے ہوئے وہ چاروں تیّار ـــ رخصت کیے شہ نے چار و ناچار
شاہانہ چلے وہ لے کے ہمراہ ـــ لشکر اسباب خیمہ خرگاہ
وہ بادیہ گرد خانہ برباد ـــ یعنی تاج الملوک ناشاد
میدان میں خاک اُڑا رہا تھا ـــ دیکھا تو وہ لشکر آ رہا تھا
پوچھا تم لوگ خیل⁶ کے خیل ـــ جاتے ہو کدھر کو صورت سیل
بولا لشکر کا اک سپاہی ـــ جاتی ہے ارم کو فوج شاہی
سلطان زین الملوک شہزور ـــ دیدار پسر سے ہو گیا کور
منظور علاج روشنی ہے ـــ مطلوب گلِ بکاولی ہے

۱ اک کحّال کے بجائے۔ ایک کحال مثنوی مرتبہ اصغر میں چھپا ہے۔ مگر وہ غلط ہے کیونکہ کحّال بتشدید حائے حطی ہے نہ کہ بفتح اور اس صورت میں اگر کحال پر تشدید پڑھی جائے تو شعر ناموزوں ہو جائے گا۔ کحّال وہ لوگ جو آنکھوں کا علاج سرمہ لگانے اور قدح وغیرہ سے کرتے ہیں ۱۲ ۲ کراہا سے مراد یہاں رنجیدہ ہوا لی گئی ہے ۱۲ ۳ یعنی اسکو آنکھوں سے لگا ۱۲ ۴ ٹھہر گیا۔ ایک گھاس ہے جس کی جڑ تسخیر خلائق کے لئے پاس رکھتے ہیں ۵ شگوفہ ہاتھ آنا۔ کوئی نئی بات معلوم ہونا۔ دلچسپی کا سامان بہم پہونچنا ۱۲ ۶ خیل کے خیل یعنی گروہ در گروہ۔ جتھے کا جتھا۔ سیل۔ رَو۔ بہیا ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

گل کی جو خبر سنائی اُسکو — گلشن کی ہوا سمائی اُس کو
ہمرہ کسی لشکری کے ہوکر — قسمت پہ چلا یہ نیک اختر

غلام ہونا چاروں شاہزادوں کا چوسر کھیل کر دلبر بیسوا سے

نقطوں[1] سے قلم کی مہرہ بازی — یوں لاتی ہے رنگ بد طرازی
یکچند پھرا کیا وہ انبوہ — صحرا صحرا و کوہ در کوہ
بُلبل ہوئے سب[2] ہزار جی سے — گُل کا نہ پتہ لگا کسی سے
وارد ہوئے اک جگہ سر شام — فردوس تھا اُس مقام کا نام
اک نہر تھی شہر کے برابر — ٹھٹکے سیارے[3] کہکشاں پر
اک باغ تھا نہر کے کنارے — جو یائے گل اُس طرف سدھارے
دلبر نام ایک بیسوا تھی — اس ماہ کی وہاں محلسرا تھی
دروازے سے فاصلے پہ گھر تھا — نقارہ[4] چوبدار در تھا
بیجا و بجا نہ سمجھے انجان — نقارہ بجا کے ٹھہرے نادان
آواز پہ وہ لگی ہوئی تھی — آپ آن کے ٹھاٹ[5] دیکھتی تھی
جس شخص کو مالدار پاتی — باہر سے اُسے لگا کے لاتی
بٹھلا کے جوئے کا ذکر اُٹھا کر — چوسر میں وہ لوٹتی سراسر

[1] چونکہ اس داستان میں چوسر کھیلکر شاہزادوں کے اسیر ہونے کا ذکر ہے۔ اسواسطے نقطوں کو مہرہ قرار دیا اور قلم کو مہرہ باز ۱۲ [2] یعنی سب شاہزادے ۱۲ [3] سیارے وہ شاہزادے جو تلاش گل میں سیاحی کر رہے تھے۔ کہکشاں سے حوض کا استعارہ کیا ہے ۱۲ [4] نقارہ اس سپاہی کا کام دے رہا تھا جو خبر رسانی کی خدمت انجام دیتا ہے ۱۲ [5] ٹھاٹھ۔ شان و شوکت ۱۲

Marfat.com

جیت اُسکی تھی ہاتھ جو کچھ آتا — اُس کا کوئی ہتھکنڈا نہ پاتا
بلّی کا سر چیرا اعداں تھا — چوہا پاسے کا پاسبان تھا
اُلٹا ہتے اڑی یہ قسمت آسا — بلّی[1] جو دیا۔ تو موش پاسا
جیتے ہوئے بندے[2] تھے ہزاروں — قسمت نے پھنسائے یہ بھی چاروں
صیاد تھی لائی پھانس کر صید — کرسی پہ بٹھائے نقش[3] اُمید
گھاتیں ہوئیں دلربائیوں کی — باتیں ہوئیں آشنائیوں کی
رنگ اُسکا جما تو لاکے چوسر — کھیلی وہ کھلاڑ[4] بازی بد کر
دو چھوٹ[5] پہ تھی یہ میل سمجھے — بازی یہ چوسر کی کھیل سمجھے
مغرور تھے مال و زر پہ کھیلے — ساماں ہارے تو سر پہ کھیلے
بدبختی سے آخری جوا تھا — بندہ ہونا بدا ہوا تھا
دو ہاتھ میں چاروں اُسنے کوٹے — پنجے[6] میں پھنسے تو چھکے چھوٹے
ایک ایک سے رات بھر نہ چھوٹا — پو پھٹتے[7] ہی جگ اُنھوں کا ٹوٹا
زنداں کو چلے مچل مچل کر — نردوں[8] کی طرح پھرے نہ چلکر

[1] نسخہ مرتبہ اصغر مرحوم الثاقی بہ یاے معروف ہے۔ لیکن بلحاظ بلی اور موش کے یاے مجہول مناسب ہی ۱۲ [2] بندے میں یاے معروف نہیں بلکہ یاے مجہول بمعنی غلام ہے ۱۲ [3] نقش اُمید سے مراد شاہزادے ۱۲ [4] کھلاڑ۔ کھیلنے والی۔ بیسوا کو بھی کہتے ہیں ۱۲ [5] چھوٹ مراد شرط چھوٹ بدنا۔ شرط بدنا۔ حریف سے اس طرح لڑنا کہ وہ جہاں چاہے وار کرے ۱۲ [6] پنجے میں پھنسے یعنے قابو میں آئے۔ چھکے چھوٹنا ہوش اُڑنا۔ پنجا۔ چھکا۔ چاردں۔ چوسر کی اصطلاح ہے ۱۲ [7] پو پھٹنا صبح ہونا۔ جگ ٹوٹنا۔ جدا ہونا۔ جگ اصطلاح چوسر میں دو نردوں کا ایک خانے میں رہنا۔ پو نردوں کا ایک صفر پانسے میں جب دس پچیس تیس آئیں تو ایک پو کا استحقاق ہوتا ہے۔ یعنے ایک خانہ زائد شمار کرتے ہیں ۱۲ [8] نرد آگے بڑھ کر واپس نہیں ہوتی ۱۲ آسی

Marfat.com

لشکر میں سے جو گیا سوے شہر　　پانی[۵۱] سا پھرا نہ جانب نہر

جیتنا تاج الملوک کا دلبر بیسوا کو اور چھوڑ کر روانہ ہونا تلاش گل بکاولی میں

لانا زر گل جو ہے ارم سے　　یوں صفحے پہ نقش ہے قلم سے

وہ[۵۲] ریگ رواں کا گرد لشکر　　یعنے تاج الملوک ابتر

حیران ہوا کہ یا الٰہی　　لشکر پہ یہ کیا پڑی تباہی

اُٹھا کہ خبر تو لیجے چلکر　　گذرا درِ باغ بیسوا پر

حیران تھا یہ بلند پایہ　　نکلی اندر سے ایک دایہ

لڑکا کوئی کھو گیا تھا اُس کا　　ہم شکل یہ مہ لقا تھا اُس کا

بولی وہ کہ نام کیا ہے تیرا　　فرزند اسی شکل کا تھا میرا

بولا وہ کہ نام تو نہیں یاد　　طفلی میں ہوا ہوں خانہ برباد

لیکن یہ میں جانتا ہوں دیگر　　مادر تھی مری بھی ایسی ہی پیر

بیٹا وہ سمجھ کے جی سے اُسکو　　گھر لائی ہنسی خوشی سے اُسکو

جاتے تھے اودھر[۵۳] سے دو جواری (چلتے)　　ایک ایک کی کر رہا تھا خواری

کہتے تھے فریب دو گے کیا تم　　شہزادے نہ ہم نہ بیسوا تم

ذکر اپنے برادروں کا سنکر　　بولا وہ عزیز سن تو مادر

۵۱ جیسے پانی نہر سے جا کر پھر نہر میں نہیں آتا ۱۲ ۵۲ ریگ رواں کا قافلہ فرض کیا اور تاج الملوک کو گرد لشکر کہا گیا ۱۲ ۵۳ اس شعر میں جاتے تھے کی جگہ کئی نسخوں میں چلتے تھے ہے مگر میرے نزدیک جاتے تھے زیادہ صحیح ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

کون ایسی کھلاڑ بیسوا ہے — شہزادوں کو جسنے زچ کیا ہے
بولی وہ کہ ہاں جو اہے بدکام — دلبر ایک بیسوا ہے خود کام
بلی پہ چراغ رکھ کے شب کو — چوسر میں وہ لوٹتی ہے سبکو
پاسے کی ہے کل چراغ کے ساتھ — وہ بلی گے سر یہ چوہے کے ہاتھ
شہزادے کہیں گئے تھے بد اقبال — بندے ہوئے ہار کر زر و مال
بھائی تھے جوش خوں کہاں جائے — صدمہ ہوا درد سے کہا ہائے
پانسے کا چراغ کا الٹ پھیر — سوجھا نہ اُٹھیں یہ دیکھو اندھیر
سوچا وہ کہ اب نہ ہم ہیں آگاہ — جیتے ہیں تو جیت لیں گے ناگاہ
اک بلی جھپٹی چوہے کو بھانپ — نیولے نے بھگا دیا دکھا سانپ
سمجھا وہ کہ ہے شگون نرالا — نیولا پکڑ آستین میں پالا
چوسر ہی کے سیکھنے کو یکسر — گھوما وہ برنگ نرد گھر گھر
اک روز اُسے مل گیا امیر ایک — وہ صاحب جاہ دل سے تھا نیک
اشراف[51] سمجھ کے لے گیا گھر — بخشا اُسے اسپ جامۂ و زر
اس گل کے جو ہاتھ میں زر آیا — جانبازی کو سوئے دلبر آیا
ملتی تھی کھلاڑ ڈنکے[52] کی چوٹ — نقارۂ و چوب میں چلی چوٹ

۵۱ اشراف شریف کی جمع ہے۔ مگر بعض نے معنی واحد میں بھی استعمال کیا ہے ۱۲

۵۲ ڈنکے کی چوٹ۔ علانیہ۔ یہ محاورہ ہے۔ مگر یہاں نہایت مناسب جگہ پر مستعمل ہوا ہے کیونکہ بیسوا نقارہ بجانے کے بعد ملتی تھی۔ اسی طرح چوٹ چلنا آپس میں ایک دوسرے پر وار کرنے کے معنی میں محاورہ ہے۔ وہ بھی نہایت مناسب مقام پر مستعمل ہوا ہے جس کا طبع لطیف اندازہ کر سکتی ہے ۱۲ عبد الباری آسی۔

Marfat.com

آواز وہ سن کے اندر آئی | ہمرہ اسے لے کے در پہ آئی
کام اُس کا تھا بسکہ کھیل کھانا[۱] | چوسر کا جما وہ کارخانا
وہ چشم و چراغ بیسوا کے | کرنے لگے تاک جھانک آ کے
نیولا وہ کہ مار آستیں تھا | چٹکی کے بجاتے ہی وہیں تھا
بلی تو چراغ پا تھی خاموش | بل ہو گیا موش کو فراموش
ہنس ہنس کے حریف کو رولایا | مانند شمع اُسے جلایا
ہارے بہ ہزار بد دماغی | لی خضر نے غول سے چراغی[۲]
پاسے سے چلی نہ جعل سازی | اُجڑی[۳] وہ بسا بسا کے بازی
سب ہار کے نقد و جنس بارے | جیتے ہوے بندے بد کے ہارے
بنیاد[۴] جو کچھ تھی سب گنوائی | تب خود وہ کھلاڑ ٹھہرے آئی
پھر پاسے نے کی نہ پاسداری | ہمت کی طرح وہ دل سے ہاری
پاسے کی بدی ہے آشکارا | راجہ نلِ سلطنت ہے ہارا
دانا تو کرے کب اُس طرف میل | ہارا ہے جوے کے نام سے بیل

۱ کھیل کھانا۔ فاحشہ عورتوں کے لئے مستعمل ہے۔ یہاں ناجائز رقم حاصل کرنے کے معنی ہیں ہے۱۲ ۲ چراغی۔ وہ نقدی جو کسی مزار یا کسی بزرگ کے نام پر فاتحہ دیتے وقت چراغ کے نیچے رکھدیتے ہیں۔ چونکہ اس جگہ چراغ کے اُلٹ پھیری کا ذکر ہے اسواسطے یہاں یہ کہنا غول سے خضر نے چراغی وصول کی بہت مناسب ہے۔ یعنی جیتی ہوئی رقم چراغ کے قائم رہنے سے وصول ہوئی۱۲ ۳ یعنی بازی لگا لگا کر تباہ ہوئی۔ اُجڑنا۔ اور بازی بسانا اس محل پر اب نہیں بول سکتے۔ ممکن ہے کہ مصنف کے وقت میں بولتے ہوں۱۲ ۴ بنیاد سے مراد یہاں متاع ہے۔ ٹھہرے آنا۔ ٹھہرا رکھنے کے معنی میں لکھا ہے۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

بارے دیکھا جو بیسوا نے — بندہ کیا غیر کا خدا نے
سوچی کہ نہ اب بھی چال رہیے[1] — شادی کا مزا نکال رہیے
بولی بہ ہزار عجز و زاری — تم جیتے میاں میں تم سے ہاری
لونڈی ہوں نہیں عدول مجھکو — خدمت میں کرو قبول مجھ کو
بولا وہ کہ سن یہ ہتھکنڈے چھوڑ — نقارۂ در کو چوب سے توڑ
یہ مال یہ زر یہ جیتے بندے — یونہی انھیں رکھ بجنس چندے
بالفعل ارم کو جاتے ہیں ہم — انشاء اللہ آتے ہیں ہم
بولی وہ سنو تو بندہ پرور — گلزار ارم ہے پریوں کا گھر
انسان و پری کا سامنا کیا — مٹھی میں ہوا کا تھامنا کیا
شہزادہ ہنسا کہا کہ دلبر — کچھ بات نہیں جو رکھیے[2] دل پر
انسان کی عقل اگر نہ ہو گم — ہے چشم پری میں جائے مردم
یہ کہہ کے اٹھا وہ نوجوان — جاتے ہیں کہا خدا نگہبان
دولت تھی اگرچہ اختیاری — پامردی[3] سے اس نے لات ماری
جز جیب نہ مال پر پڑا ہاتھ — جز سایہ نہ کوئی بھی لیا ساتھ
درویش تھا بندۂ خدا وہ — اللہ کے نام پر چلا وہ

[1] چال رہیے یعنے چال سے نہ باز آئیے ۱۲ [2] کسی بات کا دل پر رکھنا ۔ کسی کام کے کرنے کا پکا ارادہ کر لینا ۱۲ [3] پامردی ۔ استقلال ۔ ہمت ۱۲ عبدالباری آسی ۔

Marfat.com

پہونچنا تاج الملوک کا سرنگ کھدوا کر باغ بکاولی میں اور گل لے کر پھرنا

کرتا ہے جو طے سواد نامہ / یوں حرف ہیں نقش پائے خامہ
وہ دامن دشت شوق کا خار / یعنے تاج الملوک دل زار
اک جنگلے[۵۱] میں جا پڑا جہاں گرد / صحرائے عدم بھی تھا جہاں گرد
سایے کو پتا نہ تھا شجر کا / عنقا تھا نام جانور کا
مرغان[۵۲] ہوا تھے ہوش راہی / نقش کف پا تھے ریگ ماہی
وہ دشت کہ جس میں پرتگ و دو / یا ریگ رواں تھی یا وہ رہرو
ڈانڈا[۵۳] تھا ارم کے بادشاہ کا / اک دیو تھا پاسباں بلا کا
دانت اُس کے تھے گورکن قضا کے / دو نتھنے رہ عدم کے ناکے
سر پر پایا بلا کو اُس نے / تسلیم[۵۴] کیا قضا کو اُس نے

۵۱ جنگلا۔ یعنی جنگل پہلے بولتے تھے اور بعض اب بھی اس معنی میں بولتے ہیں۔ سہ صدقے ہزار شہر وہ صحرائے عیش باغ۔ دیوانے ہیں جو کہتے ہیں جنگلا ہے عیش باغ۔ جنگلا ایک راگنی کا نام بھی ہے۔ اسی لئے دیس بھی ایک جگہ لایا گیا ہے۔ کیونکہ دیس بھی ایک راگ کا نام ہے۔ جنگلے کی راہ سے چلا دیس۔ ۱۲ ۵۲ یعنے اس جنگل میں اگر پرند تھے تو ہوش راہی کے تھے۔ اور وہاں اگر ریگ ماہی تھی تو وہ نقش قدم تھے۔ ورنہ ان دونوں چیزوں کا پتہ نہ تھا۔ ریگ ماہی ایک قسم کی مچھلی ہے جو ریت میں ملتی اور جوان گرگٹ کی طرح ہوتی ہے یہ ریت میں اس طرح رہتی ہے جیسے کہ عام مچھلیاں پانی میں رہتی ہیں۔ اسکو سمک الرمل۔ اور ریگ زادہ بھی کہتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ سقنقور اسی کا نام ہے مگر یہ قول ضعیف ہے ۱۲ ۵۳ ڈانڈا۔ سرحد ۱۲ ۵۴ یعنے بادشاہ زادہ تن بہ تقدیر مرنے پر رضامند ہو گیا ۱۲ عبد الباری آسی۔

Marfat.com

بھوکا کئی دن کا تھا وہ ناپاک | فاقوں سے رہا تھا پھانک کر خاک
بے ریشہ یہ طفل نوجواں تھا | حلوا بے دود بے گماں تھا
بولا کہ چکھوں گا[۵۱] میں یہ انسان | اللہ اللہ شکر احسان
شہزادہ کہ منہ میں تھا اجل کے | اندیشہ سے رہ گیا دہل کے
پل مارنے کی ہوئی جو دیری | سبحان اللہ شان تیری
اشتر کئی جاتے تھے اُدھر سے | پُر آرد و روغن و شکر سے
وہ دیو لپک کے مار لایا | غُرّاتے ہوئے شکار لایا
اونٹوں کی جو لوتھیں[۵۲] دیو لایا | دم اسکا نہ اس گھڑی سمایا
تیورا کے وہیں وہ بار بردوش | بیٹھا تو گرا گرا تو بے ہوش
چاہا اُس نے کہ مار ڈالو | یا بھاگ سکو تو راستا لو
وہ اونٹ تھے کاروانیوں کے | سب ٹھاٹھ تھے میہمانیوں کے
میدہ بھی شکر بھی گھی بھی پایا | خاطر میں یہ اُس بشر کے آیا
میٹھا اس دیو کو کھلاؤ | گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دو
حلوے کی پکا کے اک کڑھائی | شیرینی دیو کو چڑھائی
ہر چند کہ تھا وہ دیو کڑوا[۵۳] | حلوے سے کیا منہ اُسکا میٹھا
کہنے لگا کیا مزا ہے دلخواہ | اے آدمی زاد واہ وا واہ
چیز اچھی کھلائی تو نے مجھ کو | کیا اُس کے عوض میں دوں میں تجھ کو

۵۱ چکھوں گا۔ کھاؤں گا کے معنے میں ہے ۱۲ ۵۲ لوتھ بمعنی مردہ اونٹ لایا گیا ہے۔ اگرچہ لوتھ عموماً انسان ہی کی لاش کو کہتے ہیں ۱۲ ۵۳ کڑوا بمعنی تندخو ۱۲ آسی

Marfat.com

بولا وہ کہ پہلے قول دیجے | پھر جو میں کہوں قبول کیجے
وہ ہاتھ پہ اُس کے مار کر ہاتھ | بولا کہ ہے قول جان کے ساتھ
بولا وہ کہ قول اگر یہی ہے | بدعہدی کے پر نہیں یہی ہے
گلزار ارم کی ہے مجھے دُھن | بولا کہ ارے بشر وہ گلبن
خورشید کے ہم نظر نہیں ہے | اندیشے کا واں گذر نہیں ہے
واں موج ہوا ہوا پہ اژدر | واں ریگ زمیں زمیں پہ اخگر
ہوتا جو نہ قول کا سہارا | بچتا نہ یہیں تو خیر ہارا
رہ جا مرا بھائی ایک ہے اور | شاید کچھ اُس سے بن پڑے طور
اک ٹیکرے پہ گیا بُلایا | وہ مثل صدائے کوہ آیا
حال اُس سے کہا کہ قول ہارا | ہے پیر یہ نوجواں ہمارا
مشتاق ارم کی سیر کا ہے | کوشش کرو کام خیر کا ہے
حمالہ نام دیونی ایک | چھوٹی بہن اسکی تھی بڑی نیک
خط اسکو لکھا بایں عبارت | اے خواہر مہرباں سلامت
پیارا ہے مرا یہ آدمی زاد | رکھیو اسے جس طرح مری یاد

۵۱ قول قرار کرتے وقت ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہیں ۱۲ ۵۲ یعنے پھر قول سے پھر نہ جانا ۱۲ ۵۳ خورشید کے ہم نظر نہیں ہے یعنی خورشید اُس سے آنکھ نہیں ملا سکتا ۱۲ ۵۴ یعنے وہاں موج ہوا ہوا پر اژدر معلوم ہوتا ہے اور وہاں کی ریگ زمین زمین پر اخگر کی طرح معلوم ہوتی ہے ۱۲ ۵۵ ٹیکرا۔ ٹیلا۔ جیسے کوہ سے صدا گونجتی ہوئی آتی ہے اسی طرح سے وہ آیا ۱۲ ۵۶ پیر و نوجواں میں صنعت تضاد ہے مگر پیر بہ طریق ایہام لایا گیا جس کے معنے مرشد و رہنما کے ہیں ۱۲

Marfat.com

انسان ہے حیا ہے کچھ جو سازش — مہمان ہے کیجیو نوازش

خط لے کے بشر کو لے اُڑا دیو — پہونچا حمالہ پاس بے ریو

بھائی کا جو خط بہن نے پایا — بھیجے ہوے کو گلے لگایا

اُس دیونی پاس اک حسین تھی — زنبور کے گھر میں انگبین تھی

محمودہ نام دختِ آدم — لے آئی تھی دیکے دیونی دم

جوڑا ہم جنس ہاتھ آیا — محمودہ کے گلے لگایا

دن بھر تو الگ تھلگ ہی تھے وہ — دو وقت سے شام کو لے وہ

تھے ضبط و حیا[۱] کے امتحاں میں — پردہ رہا ماہ میں کتاں میں

آپس میں کھلے[۲] نہ شرم سے وہ — خاطر کی طرح گرہ رہے وہ

بولا وہ فسردہ دل سحرگاہ — کیا سرد ہوا ہے واہ واہ

بولی[۳] وہ کہ ہونے کو ہوا ہے — جو غنچے کو گل کرے صبا ہے

بولا[۴] وہ یہی تو چاہتا ہوں — گل پاؤں تو میں ابھی ہوا ہوں

۱ یعنی ایک طرف ضبط اور ایک طرف حیا تھی۔ کہا جاتا ہے کتاں جب ماہ کے سامنے آتا ہے تو پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ گر یہاں ماہ و کتاں مقابل ہمدگر نہ ہوئے ۱۲ ۲ کھلنا۔ بے تکلف ہونا۔ دوسرے مصرع میں گرہ کا لفظ ہے۔ چونکہ دل کو عقدہ کہتے ہیں اس لئے یوں لکھا گیا ۱۲

۳ یعنی ہوا ہے تو ہوا کرے میرے نزدیک تو بادِ صبا وہ ہے جو میرے دل کی کلی کو کھلائے اس میں اور بھی کنایہ ہے ۱۲ ۴ تاج الملوک نے بات کا رُخ دوسری طرف پھیر دیا اور کہا گل ہی کی تو مجھے بھی تلاش ہے۔ ہوا ہونا۔ تیزی کے ساتھ چلا جانا۔ گل پاؤں تو میں بھی ہوا ہو جاؤں۔ اس میں بھی ایک لطیف کنایہ ہے ۱۲

Marfat.com

پیراہن گل کی بو تھی مطلوب — یوسف[1] نے کہا وہ حال یعقوب

اوّل کہی بد[2] نگاہی اپنی — بعد اُس کے وہ سب تباہی اپنی

کھولی تھی زبان منھ اندھیرے — کہتے سنتے اُٹھے سویرے

پوچھا حمّالہ نے مری جان — ہم جنس ملا نکالے ارمان ؟

بولی وہ کہ کہتے آتی ہے شرم — دل سرد رہا بغل رہی گرم

ناکامی کے جب وہ طور سمجھی — وہم اُسکو ہوا کچھ اور سمجھی

پوچھا کہ بتا تو روگ کیا ہے — درماں ہے کہ درد لا دوا ہے

بولی وہ کہ ہے تو درد لیکن — تم چاہو تو ہے دوا بھی ممکن

وہ بولی جو تو کہے زباں سے — تارے تو اُتاروں آسماں سے

چہرے کو چھپا کے زیر چادر — محمودہ نے کہا کہ مادر

باپ اُسکا ہے اندھے پن سے مجہول — مطلوب بکاولی کا ہے پھول

دل داغ اُسکا برائے گل ہے — نرگس کے لئے ہوائے گل ہے

ساعی تھی بدل یہ کہنے والی — راہ اُس نے سرنگ کی نکالی

دیووں سے کہا کہ جو ہے بنجاؤ — تا باغ ارم سرنگ پہونچاؤ

سن حاجت نقب بہر گلگشت — کترا جو ہوں نے دامن دشت

پوشیدہ زمیں کے دلمیں کی راہ — حد باندھ کے خوش پھرے اُسی راہ

---

[1] یوسف سے مراد شاہزادہ تاج الملوک۔ یعقوب زین الملوک جو اندھا ہوگیا تھا۔ اس میں صنعت تلمیح ہے حضرت یعقوب و یوسف کے فراق کا قصّہ اور حضرت یعقوب کا اندھا ہونا کتب سیر میں درج ہے ۱۲

[2] بدنگاہی سے مراد اپنی نگاہ کی نحوست جس کی وجہ سے باپ اندھا ہوگیا ۱۲ عبدالباری آسی

Marfat.com

جب مہر تہ زمیں سمایا
اُس نقب کی رہ وہ آدم آیا

صحنِ چمنِ ارم میں اک جا
بوٹا سا تہ زمیں سے نکلا

کھٹکا جو نگاہبانوں کا تھا
دھڑکا یہی دل کا کہہ رہا تھا

گوشے میں کوئی لگا نہ ہووے
خوشہ کوئی تاکتا نہ ہووے

گو باغ کے پاسباں غضب تھے
خوابیدہ برنگ سبزہ سب تھے

نرگس کی کھلی نہ آنکھ یک چند
سوسن کی زباں خدا نے کی بند

خوش قد وہ چلا گل و سمن میں
شمشاد رواں ہوا چمن میں

ایوان بکاولی جدھر تھا
حوض آئینہ[۵۱] وار بام و در تھا

رکھتا تھا وہ[۵۲] آب سے سوا تاب
چندے[۵۳] خورشید چندے مہتاب

پھول اسکا اندھے کی دوا تھا
رشک جام جہاں نما تھا

پانی کے جو بلبلوں[۵۴] میں تھا گل
پہونچا لب حوض سے نہ خجگل

پوشاک اتار اتر کے لایا
پھولا[۵۵] نہ وہ جامے میں سمایا

گل لے کے بڑھا ایاغ برکف
چوری سے چلا چراغ برکف

بارہ دری واں جو سونے کی تھی
سو خواب گہ بکاولی تھی

گول اس کے ستون تھے ساعد حور
چلمن مژگانِ چشمِ مخمور

۵۱ یعنے حوض میں ایوان بکاولی کا عکس پڑ رہا تھا ۱۲ ۵۲ وہ حوض ۱۲ ۵۳ چندے خورشید الخ نہایت چمکدار خوبصورت ۱۲ ۵۴ بلبلوں ہیں یعنی حبابوں میں برعایت گل یہ لفظ لایا گیا ہے ۱۲ ۵۵ جامے میں پھولا نہ سمانا = بہت خوش ہونا۔ پوشاک اتارنے کی رعایت سے یہ محاورہ نہایت برمحل صرف ہوا ہے ۱۲ آسی

136952

Marfat.com

دکھلاتا تھا وہ مکان جادو — محراب[1] سے در سے چشم و ابرو
پردہ جو حجاب سا اُٹھایا — آرام میں اُس پری کو پایا
بند اُس کی دو چشم نرگسی تھی — چھاتی کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی
نمٹی تھی جو محرم اُس قمر کی — برجوں پہ سے چاندنی تھی سرکی
لپٹے جو تھے بال کروٹوں میں — بل کھا گئی تھی کمر لٹوں میں
چاہا کہ بلا گلے لگائے — سوتے ہوئے فتنے کو جگائے
سوچا کہ یہ زلف کف میں لینی — ہے سانپ کے منھ میں انگلی دینی
یہ پھول انھیں اژدہوں کا ہے من — یہ کالے چراغ کے ہیں دشمن
گل چیں کے ہنسی نہ ہوئے بالکل — خندہ[2] نہ ہو برق حاصل گل
پھر سمجھیں گے ہے جو زندگانی — کچھ نام کو رکھ چلو نشانی
انگشتری اپنی اُس سے بدلی — مہر خط عاشقی سند لی
آہستہ پھرا وہ سرو بالا — سایہ بھی نہ اُس پری پہ ڈالا
ہیبت[3] سازمیں کے دل میں آیا — اندیشہ کی طرح سے سمایا
جب نقب اُفق سے مہر تاباں — نکلا تو وہ ماہرو شتاباں

سلہ[1] محراب و در کی چشم و ابرو سے تشبیہ دی۔ یعنی اس مکان کی جادو نمائی [illegible] یہ تھی کہ محراب و در کی بجائے چشم و ابرو نظر آتے تھے۔ مراد یہ کہ چشم نمائی کرتا تھا۔
سلہ[2] خندہ نہ ہو یعنی وہ ہنسی جو پھول کھلنے پر اُڑائی جائے کہیں وہ اس خوشی [illegible] کے حاصل ہونے سے [illegible] اس حاصل کو وہ خندہ برق بن کر جلا نہ دے۔
سلہ[3] ہیبت سازمین کے دل میں آیا۔ ہیبت دل میں آ گئی۔ اور شہزادہ [illegible] سراپا ہیبت بنا ہوا تھا جب کہ واپس ہوتا ہوا دوبارہ مکان میں داخل ہوا [illegible]

Marfat.com

گل ہاتھ میں مثل دستِ بیضا[1]	اس نقب کی آستیں سے نکلا
وہ دیو پری اور وہ دختِ انساں	دونوں تھیں اُسی کی منتظر واں
گل لے کے جب آملا وہ گل چیں	اُس نقب کی رخنہ بندیاں کیں

آوارہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک گلچین کی تلاش میں

گل کا جو الم چمن چمن ہے	یوں بلبلِ خامہ نعرہ زن ہے
گلچیں نے وہ پھول جب اُڑایا	اور غنچۂ صبح کھل کھلایا
وہ سبزۂ باغِ خواب آرام	لیٹے وہ بکاولی گل اندام
جاگی مرغِ سحر کے غل سے	اُٹھی نکہت[2] سی فرشِ گل سے
مُنھ دھونے جو آنکھ ملتی آئی	پُرآب وہ چشمِ حوض پائی
دیکھا تو وہ گل ہوا ہوا[3] ہے	بجھا اور ہی گل کھلا ہوا ہے
گھبرائی کہ ہیں کدھر گیا گل	جھنجھلائی کہ کون دے گیا جُل
ہے ہے مرا پھول لے گیا کون	ہے ہے مجھے خار دے[4] گیا کون
ہاتھ اُس پہ اگر پڑا نہیں ہے	بو ہو کے تو پھول اُڑا نہیں ہے

۱ دستِ بیضا سے مراد یدِ بیضا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ کہ جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالتے تھے تو وہ مثل آفتاب چمکتا معلوم ہوتا تھا۔ اور یہ وہ ہاتھ تھا جو بچپن میں انگارے کو چھونے سے جل گیا تھا۔ دستِ بیضا کی بجائے یدِ بیضا زیادہ مستعمل ہے ۱۲ ۲ یہ تشبیہ لطافت اور نزاکت اور نفاست کے اعتبار سے دی گئی ہے ۱۲ ۳ ہوا ہونا۔ غائب ہونا۔ گل کھلنا نئی بات کا ظہور ہونا ۱۲ ۴ خار دینا۔ رنج دینا ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

نرگس[۵۱] تو دکھا کدھر گیا گل | سوسن تو بتا کدھر گیا گل
سنبل مرا تازیانہ لانا | شمشاد انھیں سولی پر چڑھانا
ٹھرائیں خواصیں صورت بید | ایک ایک سے پوچھنے لگی بھید
نرگس نے نگاہ بازیاں کیں | سوسن نے زباں درازیاں کیں
پتا بھی پتے کو جب نہ پایا | کہنے لگیں کیا ہوا خدا یا
اپنوں[۵۲] میں سے پھول لے گیا کون | بیگانہ تھا سبزے کے سوا کون
شبنم کے سوا چرانے والا | اوپر[۵۳] کا تھا کون آنے والا
جس کف میں وہ گل ہو داغ ہو جائے | جس گھر میں ہو گل چراغ ہو جائے
بولی وہ بکاولی کہ افسوس | غفلت سے یہ پھول پر پڑی اوس[۵۴]
آنکھوں سے عزیز گل مرا تھا | پتلی وہی چشم حوض کا تھا
نام اس کا صبا نہ لیتی تھی یہاں | اس گل کو ہوا نہ دیتی تھی یہاں

۵۱ نرگس سے دکھانے کی خواہش اس لئے ہے کہ اس کو آنکھ سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور سوسن کو زبان سے۔ سنبل کو تازیانے اور شمشاد کو سولی سے یہ خواصوں کے نام بھی ہوتے ہیں ۱۲ ۵۲ اپنوں میں سے یعنی یگانوں میں سے پھول کون لیجا سکتا ہے اور بیگانہ یہاں آ کون سکتا ہے۔ البتہ سبزہ بیگانہ موجود ہے۔ سبزہ بیگانہ۔ اس سبزہ کو کہتے ہیں جو خودرو ہوتا ہے ۱۲ ۵۳ اوپر کا یعنی غیر آدمی ۱۲ ۵۴ اوس پڑنا ایک محاورہ ہے جو۔ بے رونق ہونے کے معنی میں آتا ہے۔ ارمانوں پر اوس پڑنا۔ ارمانوں کے مایوسی سے بدل جانے کے معنی پر ہے۔ لیکن یہاں پژمردگی کے معنے لئے ہیں ۱۲

Marfat.com

گلچیں[۵۱] کا جو ہاے ہاتھ ٹوٹا — غنچے[۵۲] کے بھی منہ سے کچھ نہ پھوٹا
او خار پڑا نہ تیرا چنگل — سنکیں کسیں لیں نہ تونے سنبل
او باد صبا ہوا نہ بتلا — خوشبو ہی سنگھا پتا نہ بتلا
بلبل تو چہک اگر خبر ہے — گل تو ہی مہک بتا کدھر ہے
لرزاں تھی زمیں یہ دیکھ کہرام — تھی سبزے سے راست مو براندام
انگلی لب جو پہ رکھ کے شمشاد — تھا دم بخود اُسکی سُن کے فریاد
جو نخل تھا سوچ میں کھڑا تھا — جو برگ تھا ہاتھ مل رہا تھا
رنگ اُسکا غرض لگا بدلنے — گلبرگ سے کف لگی وہ ملنے
بدلے کی انگوٹھی ڈھیلی پائی — دست آویز اُس کے ہاتھ آئی
خاتم تھی نام کی نشانی — انسان[۵۳] کی دست برد جانی
ہاتھوں کو ملا کہا کہ ہیہات — خاتم بھی بدل گیا ہے بدذات
جس نے مجھے ہاتھ ہے لگایا — وہ ہاتھ[۵۴] لگے کہیں خدایا
عریاں مجھے دیکھ کر گیا ہے — کھال اُس کی جو کھنچیے سزا ہے
یہ کہہ کے جنوں میں ہو غضبناک — خوں روئی لباس کو کیا چاک
گل کا سا لہو بھرا گریباں — سبزے کا سا تار تار داماں

۵۱ ہاتھ ٹوٹا یعنے پھول توڑنے کے لئے گلچین نے ہاتھ بڑھایا۔ عورتیں اکثر اس محاورے کو بطریق بددعا استعمال کرتی ہیں ۱۲ ۵۲ غنچے کے بھی منہ سے کچھ نہ پھوٹا یعنے غنچہ بھی کچھ بولا۔ غنچہ کو بھی منہ سے تشبیہ دیتے ہیں ۱۲ ۵۳ انسان کی دست برد جانی۔ یعنے معلوم ہوگیا کہ یہ کام انسان کا ہے ۱۲ ۵۴ ہاتھ لگنا۔ دستیاب ہونا۔ ملنا ۱۲ آسی

Marfat.com

دکھلا کے کہا سمن پری کو — اب چین کہاں بکاؤلی کو
تھی بسکہ غبار سے بھری وہ[1] — آندھی سی اٹھی ہوا ہوئی وہ
کہتی تھی پری کہ اُڑ کے جاتی — گلچین کا کہیں پتہ لگاتی
ہر باغ میں پھولتی پھری وہ — ہر شاخ پہ جھولتی پھری وہ
جس تختے میں مثلِ باد جاتی — اُس رنگ کے گل کی بو نہ پاتی
بے وقت کسی کو کچھ ملا ہے — پتّا نہیں حکم بن ہلا ہے

پہونچنا تاج الملوک کا ایک اندھے فقیر کے تکیے پر اور آزمانا گل کا

پھرنا جو وطن کا مُدّعا ہے — اب صفحہ پہ یوں قلم پھرا ہے
وہ گلشنِ مُدّعا کا گلچیں — یعنے تاج الملوک حق بیں
جس وقت وہ گل چمن سے لایا — محمودہ خوش ہوئی کہ آیا
کہنے لگی لو مراد پائی — بولا وہ جو یاں سے ہو رہائی
گل کی وہ غرض کر آشکارا — جوبن کی طرح اُسے اُبھارا
جب دیوِ سیاہ شب سے مہتاب — رخصت ہوا جیسے چشم سے خواب
اور گل لیے آفتابِ تاباں — ہنگامِ سحر ہوا شتاباں
وہ مہر وش اور وہ ماہ پیکر — اُس دیونی پاس آئے مضطر
گل کی وہ غرض جتائی اُس کو — رخصت کی طلب سنائی اُس کو
کیا کہتی وہ دیونی کہا جاؤ — دیووں سے کہا کہ تخت لاؤ

[1] غبار سے بھری - یعنے رنج و غم سے بھری تھی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

دو بال دئے کہ لو مری لاگ
دیوؤں کو سر پر بٹھا کے
بولے کہ کدھر چلو گے کہہ دو
وہ مڑ کے ادھر کو اُڑ کے آئے
وقت سحر اور خنک ہوا تھی
چار آنکھیں ہوئیں تو تھی تنا سا
صدقے ہو کر کہا خوش آئے
ہمراہ یہ کون دوسری ہے
بولا شہزادہ شکر ہے ہاں
محمودہ نام ہے جو یہ ساتھ
جیتا جو پھرا وہ رشک شمشاد
شہزادے نے بھائیوں کے لے نام
چھوٹوں اُس نے تھا اُن کو تایا[۵۱]
داغا[۵۳] تو چلے تفنگ سے وہ
چھوڑا ہوس گل و چمن کو
بندوں کو کیا جب اُس نے آزاد
اسباب کو کشتیوں پہ کر بار

جب وقت پڑے دکھائیو آگ
پرواز کناں ہوا پہ جا کے
فردوس کے رُخ کہا ادھر کو
گلزار میں بیوا کے لائے
گلگشت چمن میں بیوا تھی
قدموں پہ گری وہ سایہ آسا
جس گل کی ہوا لگی تھی لائے
سایہ ہے کہ ہمقدم پری ہے
پُر ہے گل آرزو سے داماں
پھول ان کے سبب سے آگیا ہاتھ
قیدی کئے بیوا نے آزاد
بھجوایا برائے داغ پیغام
سچوں کھوٹوں[۵۲] نے داغ کھایا
چھوٹے قید فرنگ سے وہ
چاروں داغی پھرے وطن کو
آیا لب جو وہ رشک شمشاد
سونپا سب ناخدا کو گھر بار

۵۱ تانا۔ پھیلانا ۱۲ ۵۲ کھوٹوں سے مراد شاہزادے کے وہ بھائی جو بیوا کے یہاں مال و متاع ہار گئے تھے ۱۲ ۵۳ یعنے جب اُن چاروں کے داغ لگا دئے تو وہ اس تیزی کے ساتھ وہاں سے چلے جیسے تفنگ (بندوق) چلتی ہے ۱۲ آتی۔

Marfat.com

جب متصل آ گیا وطن کے ۔۔۔ خندے یاد آئے مرد و زن کے
سوچا کہ میں خود ہوں خانہ برباد ۔۔۔ کیا جانیے کیا پڑے گی اُفتاد
لازم ہے کہ گل اپنے ہاتھ رکھیے ۔۔۔ موقع نہیں بھیڑ ساتھ رکھیے
لنگر کا کیا اُنھیں اشارہ ۔۔۔ خود کشتی سے کر گیا کنارہ
وہ پوربی[1] کرکے جوگیا بھیس ۔۔۔ جنگلے کی راہ سے چلا دیس
تکیہ پہ فقیر پیر اندھا ۔۔۔ اک گوشے میں آنکھیں مانگتا تھا
تھا نقش قدم سا خاک رہ پر ۔۔۔ ٹھہرا وہ مسافر اُس جگہ پر
بے تجربہ تھی نمائش گل ۔۔۔ واجب تھی آزمائش گل
پتلی پہ زر گل آزمایا ۔۔۔ سونے کو کسوٹی پر چڑھایا
گل سے ہوئی چشم کور تاباں ۔۔۔ ہو جیسے چراغ سے چراغاں
منہ دیکھ کے اُس نے دی دعائیں ۔۔۔ پیچھے سے مژہ کے لیں بلائیں
گل کے جو اثر سے شادماں تھا ۔۔۔ گل چیں وہ ہوا سے ہم عناں تھا

ملنا چاروں شہزادوں کا اور چھین جانا گل بکاؤلی کا تاج الملوک سے اور بینا ہونا چشم زین الملوک کا

ہے بسکہ یہ چرخ جور پیشہ ۔۔۔ یوں خار رہ قلم ہے ریشہ
یہ جا کے اُسی جگہ پہ ناگاہ ۔۔۔ آ پہونچے وہ چاروں غول گمراہ

[1] چونکہ زین الملوک پورب کا ایک بادشاہ تھا لہذا شاہزادے کو پوربی کہا گیا ہے۔ جنگلہ جنگل۔ پوربی۔ جوگیا۔ جنگلہ۔ دیس۔ یہ سب راگنیوں کے نام ہیں۔ الفاظ میں صنعت تناسب ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

کہتے تھے کہ واہ رے مقدر — کس شکل سے پھر کے جاتے ہیں گھر

کیا رنگ زمانے نے دکھائے — گل لینے گئے تھے داغ لائے

کس منہ سے پدر کے آگے جائیں — کیونکر بے پھول منہ دکھائیں

ٹھہرائی کہ اور پھول لے جائیں — کحال کو بیوقوف ٹھہرائیں

اک باد ہوائی توڑ کر پھول — کہنے لگے پھول[۵۱] پھول کر غول

کیا پھول ہے کیا اثر ہے اس میں — ہو جاتی ہیں روشن اندھی آنکھیں

وہ کور کہ ہو چکا تھا بینا — دیکھا اس نے جو یہ قرینا

بولا کہ یہ گل وہ گل نہیں ہے — اس پھول کی اور گل زمیں[۵۲] ہے

وہ جوگی جو جاتے ہیں اگر آئیں — دکھلائیں وہ گل تو آنکھیں[۵۳] کھل جائیں

میں کور ابھی ہو چکا ہوں بینا — اندھا نہیں اب ہوا ہوں بینا

چاروں کو تھی حسرتِ گلِ تر — چوبائی[۵۴] ہوا کی طرح چل کر

اس جوگی کے جب برابر آئے — باہم کہا دیکھو پھول لائے

گل ہے کہ علاج نور ہے یہ — گل ہے کہ چراغ طور ہے یہ

جوگی یعنے وہ شاہزادہ — بولا کہ بکو نہیں زیادہ

پاتے اگر اس درخت کی چھاؤں — رکھتے ہی نہ تم زمین پر پاؤں

ڈھنگ آ گئی سب فضول ہے یہ — وہ گل یہ نہیں نہ وہ پھول ہے یہ

۵۱ پھول پھول کر۔ یعنے اترا اترا کر ۱۲ ۵۲ گل زمین مراد نقش۔ وہ زمین جس پر پھلواری بوئی جائے ۱۲ ۵۳ آنکھیں کھل جانا۔ حیران رہ جانا۔ ہوش آنا حقیقت حال معلوم ہونا۔ یہ محاورہ نہایت برمحل استعمال ہوا ہے ۱۲ ۵۴ چوبائی ہوا۔ وہ ہوا جو چاروں طرف چلتی ہو یہ چاروں بھائیوں کی رعایت سے کہا ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

یہ کہہ کے جو جیب سے نکالا — اُن مفت بروں نے ہاتھ ڈالا
قوت میں وہ چار تھے یہ بیکس — شورش میں وہ چارموج[51] یہ خس
غولوں نے بزور پھول اُڑایا — اُس خضر کو راستہ[52] بتایا
گل پانے سے بسکہ سرخرو تھے — گھوڑوں پہ ہوا کے[53] مثل بو تھے
تعجیل سے رو براہ آئے — گل لے کے حضور شاہ آئے
گل لائے جو نور دیدہ دلخواہ — آنکھوں کی طرح پھڑک[54] گیا شاہ
تنبیہ سے پلک کے پھول اُٹھایا — اندھے نے گل آنکھوں سے لگایا
نور آگیا چشم آرزو میں — آیا پھر[55] آب رفتہ جو میں
خورشید بصر گہن سے چھوٹا — خیرات کے در کا قفل ٹوٹا
دولت جو پاس تھی لٹائی — زر[56] بخشا گل کی رونمائی
ایک ایک کو اسقدر دیا زر — محتاج و گدا ہوئے تونگر
سجوائے طرب کے کارخانے — بجوائے خوشی کے شادیانے

۵۱ تنکا موج کا [illegible] نہیں کرسکتا کجا چار موج ۱۲ ۵۲ راستہ بتانا۔ مراد دھتکارنا۔ بھگا دینا خضر کی رعایت سے راستہ بتانا کہا گیا ہے ۱۲ ۵۳ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہونا۔ جلدی چلنا۔ مغرور ہونا۔ یہاں پر دونوں معنے صحیح ہوسکتے ہیں ۱۲ ۵۴ آنکھوں کی طرح پھڑک گیا۔ کسی اچھی چیز کو دیکھ کر بے قرار اور خوشی سے مضطرب ہوجانا ۱۲ ۵۵ آب رفتہ بجو آمدن فارسی کا محاورہ ہے یعنی گئی ہوئی دولت واپس آنا ۱۲ ۵۶ زر پھول کے زیرے کو بھی کہتے ہیں اس طرح علاوہ تناسب الفاظ کے اس لفظ کا استعمال بہت لطیف ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

پہونچنا بکاولی کا دار الخلافت زین الملوک میں اور وزیر ہو کر تاج الملوک کی تلاش میں رہنا

گلچیں کا جواب پتا ملا ہے — یوں شاخ قلم سے گل کھلا ہے

وہ بادِ چمن چمن خراماں — یعنی وہ بکاولی پریشاں

گلشن سے جو خاک اڑاتی آئی — اس شہر میں آتے آتے آئی

دیکھا تو خوشی کے چہچہے تھے — گلچیں کے شگوفے[۱] کھل رہے تھے

گلبانگ زناں تھا جو جہاں تھا — ایک ایک ہزار داستاں تھا

پاتے ہی پتا خوشی سے پھولی — شادی ایسی ہوئی کہ رنج بھولی

جادو سے بنی وہ آدمی زاد — انسانوں میں آملی پریزاد

سلطان کی سواری آرہی تھی — صورت جو نگاہ کی پری تھی

پوچھا اے آدم پری رو — انسان ہے پری ہے کون ہے تو

کیا نام ہے اور وطن کدھر ہے — ہے کونسا گل چمن کدھر ہے

دی اُس نے دعا کہا بصد سوز — فرخ ہوں شہا میں ابن فیروز

گل ہوں تو کوئی چمن بتاؤں — غربت زدہ کیا وطن بتاؤں

گھر بار سے کیا فقیر کو کام — کیا لیجئے چھوڑے گاؤں کا نام

پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت — پوچھا کہ طلب کہا قناعت

باتوں پہ فدا ہوا شہنشاہ — لایا بصد امتیاز ہمراہ

---

۱ شگوفے کھل رہے تھے۔ یعنی چرچے ہو رہے تھے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

چہرے سے امیرزادہ پایا | گھر لا کے وزیر اُسے بنایا
نذریں لے بندگان درگاہ | دستور سے آملے بصد جاہ
دربار میں چاروں شاہزادے | دیکھا تو کھلے وہ دل کے سادے[۵۱]
چاہا گلچین کا امتحاں لے | پوچھا کہ نگیں جو لے کہاں لے
بتلانے لگے وہ چاروں نادان | ق کوئی زمین اور کوئی بدخشاں
جانا کہ جو گل یہ لائے ہوتے | خاتم کے نگیں بنائے ہوتے
تجویز میں تھا یہ صاحب فکر | آیا تاج الملوک کا ذکر
نقش اُس کو ہوا کہ بس وہی ہے | ان سادوں سے کندہ کب[۵۲] ہوئی ہے
ظاہر نہ کیا بطون[۵۳] اپنا | طالع سے لیا شگون اپنا
منزل گہ رہرواں بنا کے | شام و سحر اُس میں آپ آ کے
رہرو کو دیا بہ لطف و اکرام | آتے کہ آرام جاتے بپیغام

آباد ہونا تاج الملوک کا گلشن نگاریں بنوا کے اور شہرہ ہونا

تعمیر مکاں کے ہیں جو آثار | یوں خامہ ہے بہر بیت معمار
شہزادہ کہ عازم وطن تھا | گل پانے سے خوش چمن چمن تھا
اندھے کو کیا جب اُس نے بینا | اور داغیوں نے وہ پھول چھینا

۵۱ دل کے سادے سے مراد بھولے بیوقوف ۱۲ ۵۲ کندہ کب ہوئی ہے۔ محاورہ ہے یعنے ان سے کب کوئی ایسا کام ہوسکتا ہے ۱۲ ۵۳ بطون۔ باطن کا حال راز دلی ۱۲

Marfat.com

سوچا کہ خوشی خدا کی غم کھاؤ — حمالہ دیونی کو بلواؤ
نقل ارم اک مکاں بنا کے — رکھو پریوں کو اس میں لا کے
بال آگ پہ رکھتے آندھی آئی — وہ دیونی بال باندھی آئی
تنہا اسے دیکھ کر کہا ہیں — محمودہ کیا ہوئیں کہاں ہیں
دریا پہ ہوں ان کو چھوڑ آیا — مسکن کے لئے تمھیں بلایا
لیکن وہ مکان وہ حوض وہ باغ — جو باغ بکاؤلی کو دے داغ
حمالہ نے دیوؤں کو کیا یاد — آئے تو کہا یہ بن ہو آباد
ویرانے کو گل زمیں بناؤ — گلزار جواہریں بناؤ
صنّاع طلسم کار تھے وہ — گلشن کے لئے بہار تھے وہ
دیوؤں نے اُدھر محل بنایا — کشتی سے وہ دخت رز کو لایا
حمالہ اس کی مادر پیر — محمودہ سے ہوئی بغلگیر
کچھ دیوؤں کو چھوڑ کر وہیں پر — رخصت ہو کر چلی گئی گھر
گلشن میں سمن بروں کو لایا — نسریں بدنوں سے گھر بسایا
دونوں کو محل میں لا کے رکھا — پھل نخل مواصلت کا چکھا
دیوؤں کو کہا کہ بہر تمکیں — آباد ہو گلشن نگاریں
دیو آدمی بن کے بن میں آئے — آتے جاتے کو گھیر لائے
جو سن کے خبر گیا اُدھر کو — جنت سے وہ پھر پھرا نہ گھر کو

۵ بال باندھی: تابع فرمان۔ اور چونکہ حمالہ نے کچھ بال دئے تھے کہ جب مجھے بلانا ہو تو ان بالوں کو آگ دکھانا۔ اس لئے اس محاورے کا صرف اک لطف رکھتا ہے ۱۲

Marfat.com

از بسکہ قریب شہر تھا باغ
خورشید اُفق نظر پڑے باغ

مفلس زردار امیر قلاش
نوکر تاجر فقیر خوش باش

گھر چھوڑ کے چل بسے سب انساں
پھر تن میں نہ آئے صورت جاں

ملاقات ٹھہرنی زین الملوک اور تاج الملوک کی آپس میں

گلشن جو بنا جواہر آگیں
یوں صفحۂ قلم سے بنے نگاریں

ساعد نام ایک مہ لقا تھا
دلبر کا غلام باوفا تھا

صحرا سے جو سیر کرکے آیا
لکڑی کے جگا کے بوجھ لایا

دلوائے ہر ایک کو پئے قوت
الماس و عقیق و لعل و یاقوت

تھی بسکہ وہ جا خلاصۂ دہر
کچھ ٹھہرے کچھ آئے جانب شہر

کف میں وہ جو لعل بے بہا تھے
من[1] پاتے ہی لوگ اژدہا تھے

شحنے[2] نے سنا پکڑ بلایا
لے کر اُٹھا رسالہ لایا

دیکھا تو جلوہ گاہ اُمید
اک دائرہ تھا برنگ خورشید

دروازے پہ دیووں کا تھا پہرا
بھجوا کے خبر وہ شحنہ ٹھہرا

جب واں سے طلب ہوا تو در آن
لائے اُسے پیش گاہ سلطان

آداب کیا ادب سے ٹھہرا
حیرت زدہ وہ سب سے ٹھہرا

اُن لوگوں کو لے گیا تھا ہمراہ
معروض کیا کہ یا شہنشاہ

[1] من پاتے۔ یعنی اُن لعلوں کو دیکھ کر لوگ بگڑ گئے ۱۲ [2] شحنہ۔ کوتوال شہر۔ چوکیدار ۱۲ آسی

Marfat.com

کم مایہ یہ لوگ ہیں بظاہر — چوری کے تو یہ نہیں جواہر
ساعد نے کہا کہ ہے یہ حاسد — نیت ہوئی ہو گی اُس کی فاسد
حضرت یہ وہی تو ہیں تبر دار — جان سے نہ بولیو خبر دار
پھر کر اُلٹیں[51] پانوں شحنہ بے آس — آیا زین الملوک کے پاس
کی عرض کہ باغ اک بنا ہے — یہ شہر اُجڑ کے وہ بسا ہے
جو کوئی ہے اُس جگہ پہ جاتا — ڈھیروں ہے جواہرات پاتا
حضرت نے کہا کہ بک نہ خیرہ — قاروں کا وہیں ہے کیا ذخیرہ
فرخ کہ وزیر باخرد تھا — سلطاں کا مشیر نیک و بد تھا
بولا کہ شہا یہ بات کیا ہے — نیرنگ و فسوں کا گھر بڑا ہے
ہر چند کہ طرفہ حال ہے یہ — کچھ دور نہیں مثال ہے یہ

حکایت ایک عورت کے مرد بنجانیکی دیو کے جادو سے

اک ملک میں ایک صاحب فوج — رکھتا تھا محل میں بار ور[52] زوج
تھا داغ پسر مقدر اُس کو — جنتی تھی ہمیشہ دختر اُسکو (جنتی)
از بس کہ وہ شاہ تھا بد اختر — کرتا تھا حسد سے قتل دختر
اک بار محل میں پھر حمل تھا — وہ شاہ کہ ظلم میں مثل تھا
کھا بیٹھا قسم کہ اب کی باری — بیٹا جو نہ دے جناب باری

۵۱ اُلٹیں پانوں پھرنا۔ اُلٹے پانوں پھرنا۔ فوراً واپس ہونا ۱۲ ۵۲ بار ور۔ حاملہ۔ زوج سے مراد زوجہ ۱۲ آسی۔

Marfat.com

اقبال کا کچھ نہ جانئے اوج — کرڈالیے ذبح دختر وندوج
کنیا[a] تھی غرضکہ راس اسکی — پوری نہ ہوئی وہ آس اُس کی
سُلطان کا جو عہد بے خلل تھا — گھر والوں کو خوف کا محل تھا
ملحوظ بدل تھا پردۂ راز — سیارہ شناسوں سے کیا ساز
ہر چند ستارہ ماں کا تھا ماند — تھی چاندنی شہرہ کردیا چاند
پھر اہل نجوم محرم راز — بانوے فلک سے ہوکے دمساز
بیٹے کا وہ زائچہ بنا کے — گویا ہوئے دست بستہ آکے
حضرت یہ پسر ہے نیک اختر — بدبین مگر ہے ایک اختر
جب تک نہ چلے یہ اپنے پاؤں — حضرت نہ پسر کے سامنے ہوں
حیلہ کرکے چھپائی پیچبند — بیتاب ہوا جب آرزومند
وہ گندم جو نما تھی بالی — مردانہ لباس سے نکالی
خوش ہوکے پدر نے بہر شادی — ٹھہرائی کہیں کی شاہزادی
بن ٹھن کے عروس شکل داماد — شادی کو چلی بجان ناشاد
اک شب کسی دشت میں تھے ڈیرے — اور روز نکاح تھا سویرے
خیمے سے وہ بے قرار نکلی — اُس چھالے سے مثل خار نکلی
دیکھا تو اندھیری رات سنسان — اک عالم ہو ہے اور بیاباں
اک دیو وہاں پہ گشت میں تھا — جویائے شکار دشت میں تھا

سلہ کنیا راس چھٹی راس کا نام ہے۔ ایسے لوگ پست اقبال ہوتے ہیں۔ کنیا راس اسلئے کہا کہ اُس کے ہمیشہ لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ کنیا کنواری لڑکی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

دیکھا تو کہا خضر ملے آؤ ‌‌ ‌ منہ کھولو عدم کی راہ بتلاؤ
بولا وہ کہ سن تو آدمی زاد ‌ ‌ کیوں تنگ ہی جی سے کیا ہے بیداد
اے مرد خدا خدا کی سوگند ‌ ‌ کہہ کس لئے ہے تو آرزومند
بولی وہ کہ یہ خیال ہے خام ‌ ‌ خنجر کا ہو کیا نیام سے کام
کہہ کر کھلے بندوں جی کی تنگی ‌ ‌ بے ننگ ہوئی وہ شوخ ننگی
آنکھیں جھپکا کے دیو بولا ‌ ‌ تو کیا کھلی پردہ تو نے کھولا
خاطر تری لے طلسم دکھلاؤں ‌ ‌ تو تجھ سی سپنے میں تجھ سا بنجاؤں
موند آنکھ کہا تو موند لی آنکھ ‌ ‌ کھول آنکھ کہا تو کھول دی آنکھ
پائے گردانگی کے پر تو ‌ ‌ دامن میں سے دی چراغ نے لو
تھالی میں یہاں اُگا صنوبر ‌ ‌ واں شیشہ رہا ترشتے ساغر
اب یاں سے ہو قصہ مختصر طول ‌ ‌ فرخ کہ وہ تھا وزیر معقول
بولا کہ شہا جو یہ ہوا ہے ‌ ‌ اس بات کا پھر وجود کیا ہے
شہ نے کہا سن وزیر دانا ‌ ‌ بے دیکھے سنے کو کس نے مانا
یاد آئی مجھے بھی اک روایت ‌ ‌ یہ کہہ کے بیان کی حکایت

حکایت نصیحت گری مرغ اسیر اور نافہمی صیاد کی

اک مرغ ہوا اسیر صیاد ‌ ‌ دانا تھا وہ طائر چمن زاد
بولا جب اُس نے باندھے بازو ‌ ‌ کھلتا[1] نہیں کس طمع پہ ہے تو

[1] کھلتا نہیں۔ معلوم نہیں ہوتا ۱۲ آسی

Marfat.com

بیچا تو ٹکے کا جانور ہوں
گر ذبح کیا تو مشت پر ہوں

پالا تو مفارقت ہے انجام
دانا ہو تو مجھ سے لے مرے دام

بازو میں نہ تو مرے گرہ باندھ
سمجھاؤں جو پند اسے گرہ باندھ

سن کوئی ہزار کچھ سنائے
کیجے وہی جو سمجھ میں آئے

قابو ہو تو کیجیے نہ غفلت
عاجز ہو تو ہاریے نہ ہمت

آتا ہو تو ہاتھ سے نہ دیجے
جاتا ہو تو اس کا غم نہ کیجے

طائر کے یہ سن کلام صیاد
بن داموں ہوا غلام صیاد

بازو کے جو بند کھول ڈالے
طائر نے تڑپ کے پر نکالے

اک شاخ پہ جا چہک کے بولا
کیوں پر مرا کیا سمجھ کے کھولا

ہمت نے مری مجھے اڑایا
غفلت نے تری تجھے چھڑایا

دولت نہ نصیب میں تھی تیرے
تھا لعل نہاں شکم میں میرے

دے کر چکمیا دینے دلاسا
چاہا پھر کچھ لگائے لاسا

بولا وہ کہ دیکھ کر گیا جعل
طائر بھی کہیں نگلتے ہیں لعل

ارباب غرض کی بات سن کر
کر لیجیے یک بیک نہ باور

فرخ یہ وہی مثل نہ ہووے
دیکھ آ جو تجھے دخل نہ ہووے

مشتاق تو تھا چلا وہ دستور
دکھلائی دیا وہ بقعۂ نور

نقشے میں وہ گلشن نگاریں
گلزار ارم سے تھا خوش آئیں

حیرت تھی کہ یہ طلسم کیا ہے
پردیس میں ہوں کہ گھر مرا ہے

اس سوچ میں تخت گہ تک آیا
حیراں وہ وزیر شہ تک آیا

Marfat.com

آداب اک کر کے حسب دستور — ٹھہرا تو وہ بادشاہ مستور
سمجھا کہ حسین آدمی ہے — کیا جانے کہ خود بکاؤلی ہے
پوچھا کہ کدھر سے آئے کیا نام — بولا وہ کہ نام سے ہے کیا کام
انسان ہوں بندۂ خدا ہوں — بھیجا زین الملوک کا ہوں
گستاخی معاف آپ آئے — بن گھیر لیا مکاں بنائے
بہکا کے بسائے مردم شہر — حضرت کا بڑا ہے آپ پر قہر
دعویٰ یہ ہے یاں زمین داب — آبادی میں آئی ہے خرابی
خیر اب بھی رفع شر جو چاہو — سر آنکھوں سے چل کے جبہ سا ہو
بولا وہ کہ فتنہ گر نہیں ہم — شر جن سے ہو وہ بشر نہیں ہم
درویشی میں دل کے بادشاہیں — مسند کے تکیے پر گدا ہیں
دستور کہ عرض کر چکا تھا — مثل دل بدگماں رکا تھا
بولا چلو صلح درمیاں ہو — باہم مہ و مہر کا قراں ہو
بولا وہ فقیر کی بلا جائے — مشتاق جو ہو وہ شوق سے آئے
بولا وہ کہ خیر تا بفردا — اٹھ جائے گا درمیاں سے پردا
یہ کہہ کے پھرا وزیر آیا — پہونچا تو وہ شہر خالی پایا
شہزادہ و شہ محل میں تھے واں — برہم زدہ بزم کے چراغاں

۱ مستور۔ یعنے جس کا ذکر ہو چکا اور جو اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھا ۱۲ ۲ یعنے جس سے کہ محفل برہم ہو جائے اور صرف چراغاں ہی چراغاں باقی رہ جائے۔ اسی طرح شہر خالی تھا اور صرف یہی لوگ باقی رہ گئے تھے ۱۲ آسی

Marfat.com

شہ نے جو وزیر آتے دیکھا
فرخ فرخ پکار اُٹھا

سلطاں کے نثار ہو کے دستور
بولا کہ بلائے شاہ ہو دور

دیکھ آیا میں وہ مکانِ یاقوت
ہے معدنِ لعل و کانِ یاقوت

تختہ ہے زمردیں کہ مینو
گلشن ہے جواہریں کہ جادو

نقشہ کہوں کیا نگارخانہ
جادو کا تمام کارخانہ

دیووں کی بنائی ہے وہ بنیاد
رہنے والے ہیں آدمی زاد

واں صاحبِ تاج و تخت جو ہے
درویش ہے شاہ نام کو ہے

دیو اُس کے عمل میں آگئے ہیں
جادو کے محل بنا گئے ہیں

کل آپ بھی چل کے کیجے سیر
وعدہ کر آیا ہوں کہا خیر

بھید کھلنا چھپے ہوؤں کا ایک ایک پر

اب خامے سے وا شگاف یوں ہے
دل ملنے کی راہ صاف یوں ہے

فرخ جو گیا تو شاہزادہ
سوچا کہ ہوں ٹھاٹھ کل زیادہ

رکھا آتش پر دوسرا بال
حاضر ہوئی دیونی قوی بال

دعوت کی اُسے خبر سنائی
دیووں کے رُخ اُس نے آنکھ اُٹھائی

ہمچشموں نے چتون اُسکی تاڑی
پلکوں سے زمین بن کی جھاڑی

غولوں سے بھرا جو تھا بیاباں
پھولوں سے بنا دیا خیاباں

صناعی اُنھوں نے رات بھر کی
مشتاق نے واں وہ شب سحر کی

بجتے ہی گجر وہ شاہ ذی جاہ
چاروں شہزادے لے کے ہمراہ

Marfat.com

جو جو امرا تھے سب بلا کے — فرخ کو خواصی میں بٹھا کے
مشرق سے رواں ہوا دلاور — جس طرح افق سے شاہ خاور
بجلی سے جو زرق برق آئے — فرش ابر کی طرح بچھتے پائے
دیکھا تو تمام دشت گلزار — دائیں بائیں دو رستہ بازار
نہ کہتا تھا دشت پر خسک تھا — فرخ کہتا تھا کل تلک تھا
غافل تھے کہ سبز باغ[۱] ہے یہ — اپنے ہی جگر کا داغ ہے یہ
تجویز رہے تھے سب کے سب دنگ — جادو و افسوں طلسم نیرنگ
اتنے میں سنا کہ صاحب تاج — جتنا بڑھے آگئے سب ہو تاراج
کیا لشکری اور کیا شہنشاہ — سناٹے میں تھے کہ اللہ اللہ
دیکھے جو جواہرات کے ڈھیر — سب من کی ہوس[۲] سے ہو گئے سیر
شہزادے نے آمد اُن کی پائی — کی تا در خانہ پیشوائی
دونوں میں ہوئیں جو چار آنکھیں — دولت کی کھلیں ہزار آنکھیں
ایوان جواہریں میں آئے — الماس کے شہ نشیں میں آئے
وہ چتر کے زیر سایہ بیٹھے — افسر سب پایہ پایہ بیٹھے
جو جو کہ تواضعات ہیں عام — لے آئے خواص نازک اندام
چکنی ڈلی عطر الائچی پان — نقل و مے و جام و خوان الوان
رغبت سے اُنھیں کھلا پلا کے — بولا شہزادہ مسکرا کے

۱ سبز باغ۔ باغ کی رعایت سے بہت اچھا محاورہ ہے۔ بمعنی دھوکا فریب ۱۲
۲ من کی ہوس۔ یعنی دل میں جتنی آرزو تھی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

اس تاج شہی میں کے نگیں ہیں | کے نام و نشان دلنشیں ہیں
سلطاں نے کہا بعد لطافت | یہ چار ہیں عنصر خلافت
اک اور ہوا تھا قابل خشم | وہ نور بصر تھا دشمن چشم
جب لائے یہ گل بکاولی کا | نکلا تب خار روشنی کا
پوچھا اُس نے وہ اب کدھر ہے | سلطاں نے کہا کہ کیا خبر ہے
پوچھا شاہزادے نے کہ یا شاہ | صورت سے ہے اُسکی کوئی آگاہ
اک اُن میں سے چشم آشنا تھا | کوکا اسی شاہزادے کا تھا
بولا کہ حضور ادھر تو دیکھیں | دیکھا تو کہا مری نظر میں
صورت وہی رنگ روہی ہے | لہجہ وہی گفتگو وہی ہے
یہ سنتے ہی اُس نے خندہ کر کے | سر پاؤں پہ رکھ دیا پدر کے
سر قدموں سے شاہ نے اُٹھایا | فرزند کو چھاتی سے لگایا
لے لے کے بلائیں کاکلوں کی | پیشانی چومی پیٹھ ٹھوکی
عرض اُس نے کیا کہ وہ پرستار | پابوسی شہ کی ہیں طلبگار
حضرت نے کہا بلائیے خیر | اُٹھ جائیں جو بیٹھے ہوں یہاں غیر
شہزادے نے اک مکاں بتایا | ایک ایک اُٹھا اُدھر کو آیا
سب اُٹھ گئے پر وہ چاروں باغی | بیٹھے رہے فرش گل پہ داغی
شہزادہ اُٹھا محل میں آیا | پردے تلک اُن کو ساتھ لایا
دلبر سے کہا میں جب کہوں آؤ | تو کہیو یہ چاروں باغی اٹھو تو
در پردہ سکھا کے باہر آیا | بے پردہ حضور شہ بلایا

Marfat.com

دلبر نے کہا نجاؤں گی میں
قربان گئی نہ آؤں گی میں

اُٹھ جائیں یہ چاروں سست بنیاد
داغی ہوئے ہیں غلام آزاد

چاروں کا یہ سنتے ہی اُڑا رنگ
یکبارگی شاہ ہو گیا دنگ

دکھلائی دیئے جو بیٹھے بے رُخ
دیکھا تاج الملوک کے رُخ

یاں دل پہ تھے داغ واں سریں پر
یاں نام پہ حرف واں نگیں پر

وہ جعل وہ ہار وہ غلامی
وہ گھات وہ جیتنا تمامی

وہ دسترس اور وہ پا بریدی
وہ بیکسی اور وہ دشت گردی

وہ دیو کی بھوک اور وہ تقریر
وہ حلوے کی چاٹ اور وہ تحریر

وہ سعی وہ دیونی کی صحبت
محمود کی وہ آدمیت

تجویز کے وہ سرنگ کی راہ
اور موش دوانیاں وہ دلخواہ

وہ سیر چمن وہ پھول لینا
وہ عزم وطن وہ داغ دینا

وہ کور کے حق میں خضر ہونا
وہ غولوں سے ملکے پھول کھونا

وہ بال کو آگ کا دکھانا
وعدے پہ وہ دیونی کا آنا

وہ نزہتِ گلشن نگاریں
وہ دعوت بادشہ وہ تمکیں

گذرا تھا جو کچھ بیاں کیا سب
پنہاں تھا جو کچھ عیاں کیا سب

انگشتری پری دکھا کر
کھلوائی سریں کی مہر محضر

پہلے تو بہت وہ منہ چڑھے ڈھیٹ
آخر داغی دکھا گئے پیٹھ[۵۱]

اُٹھوا کے اُنھیں وہ دو خوش آئیں
پابوسی شہ کو سر سے[۵۲] آئیں

۵۱ پیٹھ دکھا جانا۔ بھاگ جانا۔ ہار کر فرار ہونا ۱۲ ۵۲ سر سے آنا۔ سر کے بل چل کے آنا۔ یہ کمال تعظیم پر دلالت کرتا ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

حضرت نے سمجھ کے حسن خدمت
نذریں ان دونوں نے دکھائیں
مسند سے شہ اُٹھ کے بے محابا
روشن کیا دیدۂ پدر کو
مشتاق کو روبراہ پایا
ماں نے دیکھا جو وہ دلاور
وہ طفل بھی گر پڑا قدم پر
ہر خویش و یگانہ سے ملا وہ

دونوں کو دیئے خطاب و خلعت
رخصت ہو کر محل میں آئیں
بولا بیٹے سے جان بابا
مادر کے بھی پہ چھلکے آنسو پونچھو
ہمرہ اُسے تا بخانہ لایا
اشکوں کے گہر کیے نچھاور
مانند سرشک چشم مادر
پھر اپنی جگہ پہ آگیا وہ

غائب ہو جانا فرخ یعنی بکاولی کا اور ملوانا تاج الملوک کو گلشن نگاریں سے اور متفق ہو کر گلزار ارم میں رہنا

کھلنے پہ جو ہے طلسم تقدیر
فرخ وہ بادشہ کا دستور
مطلوب کا سن سمجھ کے سب حال
سوچی کہ دلا شتاب کیا ہے
اُس وضع کا پاس کر گئی وہ
فرخ کہنے تک آدمی تھی
غربت سے چلی وطن میں آئی
پژمردہ خواصوں میں پڑی جان

اب خامے نے یوں کیا ہے تحریر
یعنی وہ بکاولی مستور
چاہے کہ نکالے کچھ پر و بال
پھر سمجھیں گے اضطراب کیا ہے
تغییر لباس کر گئی وہ
پھر وہ ہی بکاولی پری تھی
صحرا سے اُڑی چمن میں آئی
صدقے ہوئی کوئی کوئی قربان

Marfat.com

اُس غنچہ میں اک سمن پری تھی
وہ ہم نفس بکاولی تھی

بولی کہو کیا کیا کہا خوب
بے پچھے گئے پھر بھی آئی کیا خوب

مانگا کاغذ دوات خامہ
لکھا گلچین کے نام نامہ

نامہ

اے یوسفِ چشم زخمِ یعقوب
وے رشکِ برادرانِ منکوب

اے دلبرِ دلبراں دغا باز
وے دیوِ سوارِ عرش پرواز

اے آب تہِ زمین نیرنگ
وے نقب دوانِ باغ گلرنگ

اے پردہ کشائے بے حجابی
وے دزد حنائے دستیابی

اے رہرو رہ بیرہ نہادہ
وے صرصرِ گل بباد دادہ

اے سیبِ سرِ برگ گلشن آرا
وے لعل نمائے سنگ خارا

اے بے خبرِ طلسم صورت
وے بے بصرِ رخِ ضرورت

اے باعثِ عزمِ میزبانی
وے صاحبِ بزمِ مہربانی

اے آئینہ دارِ خود نمائی
وے سرمۂ چشمِ آشنائی

اے پردہ کشائے روئے پنہاں
وے داغ نمائے پشت اخواں

تو باغِ ارم سے لے گیا گل
تو مجھ سی پری کو دے گیا جل

بے رُخ ترے واسطے ہوئی ہیں
فرخ ترے واسطے ہوئی ہیں

تجھ کو ترے باپ سے ملایا
مجھ کو یہ ملا کہ تجھ کو پایا

جو جو اسرار تھے نہانی
سب تجھ سے سُنے تری زبانی

۵۱ جُل دینا۔ دھوکہ دینا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے
جادو[۵۱] وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

چاہا تھا کروں سر سے پامال
کر شکر سمجھ کہ تھا خوش اقبال

کیا کہئے کہ صورت اور کچھ تھی
وقت اور ضرورت اور کچھ تھی

ابتک ہیں وہ خارجی کے جی میں
جلد آ کہ ہے مصلحت اسی میں

آئے گا تو درگذر کروں گی
ورنہ میں بہت سا شر کروں گی

داغوں پہ دیے ہیں داغ تو نے
دکھلائے ہیں سبز باغ تو نے

کانٹوں میں اگر نہ ہوا الجھنا
تھوڑا سا لکھا بہت سمجھنا

پھر خط کی نہ ہو امیدواری
القط[۵۲] ہے قلم کی دوستداری

یہ لکھ کے کہا سمن پری کو
چالاک ہے تو ہی قاصدی کو

یہ خط یہ انگوٹھی لے ابھی جا
پورب کی سمت کو چلی جا

رستے میں ہے گلشن نگاریں
رہتا ہے وہیں مراد گلچیں

خاتم کے نشاں سے نامہ دیجو
ٹھہری رہیو جواب لیجو

خط خاتم لے کے وہ ہوائی
پتّا ہوئی اور پتے پہ آئی

وہ باغ کہ تھا جو ابر آگیں
ثابت ہوا گلشن نگاریں

وہ آدم جو روش پری رو
یعنی تاج الملوک خوش خو

گلگشت میں تھا کسی روش پر
محمود وہ دائیں بائیں دلبر

قاصد نے جو رخ پری دکھایا
دھیان اسکو بکاؤلی کا آیا

[۵۱] جادو وہ جو الخ - یعنی مزا جب ہے کہ خود اپنا راز کھولے ۱۲ [۵۲] قلم کی دوستی القط - یعنی اب میں خط نہ لکھوں گی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

پہچانتے ہی نگین خاتم	بے شبہہ ہوا یقیں کا عالم
پرتو پہ وہ یوں چلا تڑپ کے	انگارے پہ جیسے کبک لپکے
دھوکا تھا فقط بکاولی کا	قاصد نے دیا وہ خط پری کا
گو سرمہ خموشی نے کھلایا	تحریر کو آنکھوں سے لگایا
قاصد سے کلام لطف بولا	خط صورت چشم شوق کھولا
وہ نامہ کہ عنبریں رقم تھا	قسمت کا نوشتہ یک قلم تھا
تحریر تھی سرگذشت ساری	کچھ یاس تھی کچھ امید واری
منگوا کے وہیں دوات و خامہ	تحریر کیا جواب نامہ

جواب نامہ

اے شاہ ارم کی دخت گلفام	فرخ لقب و بکاولی نام
اس نام کے اس لقب کے صدقے	اس نامہ کے اس طلب کے صدقے
میں نے جو غرض سے جی چرایا[۵۱]	تو نے کیوں آ کے منہ چھپایا
میری جو بدی[۵۲] ہوئی تھی کچھ یوں	تو نیک تھی بے ملے گئی کیوں
تو جائے تو کیوں نہ آئے افسوس	افسوس افسوس ہائے افسوس
تقدیر[۵۳] پھری نہیں تو	امید گئی گئی نہیں تو

۵۱ یعنی میں غرض کی وجہ سے ملنے سے بچا ۱۲ ۵۲ بدی ہوئی میری تقدیر میں یہ بدا تھا۔ یہ لفظ بطریق صفت ایہام استعمال ہوا ہے کیونکہ بدی کے معنی برائی کے بھی لئے جاسکتے ہیں۔ نیک اسی رعایت لفظی کے لئے دوسرے مصرع میں لائے ہیں ۱۲ ۵۳ تقدیر پھری یعنی برگشتہ ہوگئی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

اے کاش میں کچھ بھی سانس[۵۱] پاتا
جی کھول کے داغ دل دکھاتا

معلوم تو ہے کہ شوق کیا تھا
جو کھینچ کے یاں سے لے گیا تھا

اب مجھ میں وہ دم اجی کہاں ہے
وہ دل وہ جگر وہ جی کہاں ہے

مر جاؤں اگر طلب میں تیری
میں کیا کہ خبر نہ پہونچے میری

قابل وہاں آنے کے کہاں ہوں
یاں بھی جو رہا تو نیم جاں ہوں

تجھ سے مری خاطر اب کہاں جمع
تو نشتر شعلہ میں رگِ شمع

تو برق وہاں میں خرمنِ خار
تو سیل رواں میں خستہ دیوار

تو جوشش یم میں مور بے پر
میں نقش قدم تو باد صرصر

دھڑکا ہے یہی تو جان دونگا
مر جاؤں گا اب نہیں جیوں گا

ہو تجھ سی پری جو خصم جانی
انساں کی ہے مرگ زندگانی

منظور رجو ہو حیات میری
تو مان لے ایک بات میری

حمالہ کو بھیج آکے لے جائے
شاید تجھے زندہ پا کے پہونچائے

بھیجا نہ اُسے تو جان لینا
آساں ہے یہاں بھی جان دینا

یہ لکھ کے جو خط سے ہاتھ اُٹھایا
قاصد نے لیا جواب لایا

مطلوب کا خط وہ پڑھ رہی تھی
دیکھا تو وہ دیونی کھڑی تھی

پوچھا کہ اری تجھے خبر ہے
گلچیں مرا کونسا بشر ہے

وہ صدقے ہوئی کہا بلا لوں
بے دیکھے کسی کا نام کیا لوں

یہ سُن کے وہ شعلہ ہو بھبوکا[۵۲]
بولی کہ تجھے لگاؤں لوکا

۵۱ سانس پانا موقع پانا ۱۲ ۵۲ بھبوکا ہونا غصہ میں سرخ ہو جانا۔ تجھے لوکا لگاؤں عورتوں کی زبان ہے۔ جو سخت غصہ کی حالت میں کہتی ہیں شعلہ بھبوکا۔ لوکا۔ میں تناسب لفظی ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

تیرا ہی تو ہے فساد مُردار	داماد کو گل دیا مجھے خار
گل نقب کی راہ لے گیا چور	زندہ کردوں اُس موے کو در گور
حمالہ جلی ہوں کیا کہوں میں	داماد کو لا تو ٹھنڈی ہوں میں
آگاہی جو دیونی نے پائی	بگڑی ہوئی بات یوں بنائی
محمودہ ہے اک کنیز زادی	انساں سے ہوئی ہے اُسکی شادی
میرا تو نہیں قصور ہے کچھ	شاید اُس کا فتور ہے کچھ
مجرم جو وہ ہے تو لو میں لائی	یہ کہہ کے اُٹھی چلی ہوائی
آئی تو یہ زار نیم جاں تھا	آپ اپنی قضا کا نوحہ خواں تھا
حمالہ کو دیکھتے ہی رو رو	پوچھا کہ تو لینے آئی مجھ کو
بولی[۱] وہ بنے بگاڑ کیا ہے	چل دیکھ تو چھیڑ چھاڑ کیا ہے
کچھ بول کے زیر لب وہ دل زار	ہیجان میں تپ کے جیسے بیمار
لرزہ سا چڑھا جو دیونی پر	مانند حواس اُڑی وہ مضطر
اُس سمت سے پہونچی یہ عقیلہ	واں آئی پری کی ماں جمیلہ
شکوہ کرنے لگی پری سے	یوں کہنے لگی بکاولی سے
گلزار کی سیر خوب بھائی	برسوں سے نہیں تو گھر بھی آئی
بے طرح گلوں کی ہے تو شیدا	گلچیں نہ ہوا ہو کوئی پیدا

لہ یعنی حمالہ نے جواب دیا کہ بنے (لاڈ پیار میں کسی نوجوان کو خطاب کرتے ہیں، اور بنے کے معنے نوشہ کے ہیں۔ چونکہ حمالہ نے اپنی لڑکی محمودہ کی اس سے شادی کی تھی اس لئے شاہزادے کے لئے اس کی زبان سے یہ لفظ بہت مناسب ہے۔ بگاڑ۔ ہرج۔ نقصان ۱۲ آسی

Marfat.com

کھلتے ہیں کچھ انتظار کے طور — رخ میری طرف نظر کہیں اور
مادر کے کلام سن کے دُختر — بولی کہ چمن تو ہے مرا گھر
میں کیا جانوں مجھے خبر کیا — رُخ کس کو کہتے ہیں نظر کیا
تقریر جو بھولے پن کی پائی — وہ سادہ دل اُٹھ کے گھر کو آئی
جب اُٹھ گئی یہ تو دیونی دو — حاضر ہوئی لے کے آدمی کو
آیا تو وہ منتظر تھی خونخوار — اندیشے سے کانپ اُٹھا گنہگار
واں غصہ بھری غضب کی چتون — پلکوں سے یہاں نظر پہ چلمن
واں سُرمہ چشم گرم تسخیر — یاں قطرۂ اشک تر گلوگیر
واں پھانسنے کو بلا وہ گیسو — یاں تاب سخن نہیں سرمو
بولی وہ پری بعد تامل — کیوں جی تمھیں لے گئے تھے وہ گل
کیا کہتی ہوں میں ادھر تو دیکھو — میری طرف اک نظر تو دیکھو
ہے یا نہیں یہ خطا تمھاری — فرمایئے کیا سزا تمھاری
قابو میں پری کے تھا سلیماں — بولے بتلائے کیا پشیماں
کی عرض رضا ہے جو خوشی ہو — عاشق کی سزا جو یوں بیتی ہو
مشکیں زلفوں سے مشکیں کرا دو — کالے ناگوں سے مجھ کو ڈسوا دو
تلوار سے قتل ہو جو منظور — ابرو کے اشارے سے کرو ذبح
زنداں میں جو زندہ بھیجنا ہو — اپنے دل تنگ میں جگہ دو
یہ سن کے وہ شوخ مسکرا کے — بولی اُسے چھاتی سے لگا کے
گلچیں تو نہیں فقط چمن کا — محرم ہے سارے تن بدن کا

Marfat.com

رُخ دیکھ چکی ہوں اب ترا میں
مُنہ دوسرے کو دکھاؤں کیا میں

یہ کہہ کے لبوں سے قند گھولے
مستی نے دلوں کے عقدے کھولے

کاوش یہ ہوا گہر کے الماس
غنچہ نے بجھائی اوس سے پیاس

واں غنچۂ یاسمیں تھا گلنار
یاں دامنِ سرو ارغواں زار

واں صبحِ صفا تھی گل بداماں
پھولی رُخِ مہر پر شفق یاں

کیا آگے لکھوں کہ اب سرِ دست
ہوتا ہے دوات میں قلم مست

افشائے راز ہو کر پھنسنا تاج الملوک کا طلسم میں اور مقید ہونا بکاولی کا

خونی رستی سے کلکِ شنجرف
ہے سرکشائے معنی و حرف

ازبسکہ یہ عشق فتنہ پرداز
ہے شمع فروزِ پردۂ راز

ہمدم جو بکاولی نے پایا
غماز یہ غم خوشی میں لایا

بھڑکا کی جمیلہ اور اُسکی
گذرانی خبر برابر اُسکی

اک شب کہ تھی خالِ روئے شامت
یا مردمِ دیدۂ قیامت

آکر جو ہے دیکھتی جمیلہ
روشن ہے چراغ اور فتیلہ

وہ شعلۂ آتشیں لپک کے
بجلی سی گری چمک دمک کے

دونوں کی رہی نہ جان تن میں
کاٹو تو لہو نہ تھا بدن میں

شہزادے پہ اُس نے از چنگال
دریائے طلسم میں دیا ڈال

بیٹی کی طرف کیا اشارہ
جھلا کے کہا کہ خام پارہ

Marfat.com

حیرت میں لگایا داغ تو نے — لٹوائی بہار باغ تو نے
تھمتا نہیں غصہ تھا منے سے — چل دور رہو مرے سامنے سے
خجلت سے پری زمیں میں گڑکے — سایہ[1] سی رہی قدم پکڑ کے
مادر نے ہزار پاسباں میں — رکھا اُسے قید کے مکاں میں

پابزنجیر ہونا بکاولی کا سودائے فراق تاج الملوک میں

سودائے الم ہے اب جو تحریر — حرفوں سے قلم ہے پابزنجیر
سنسان وہ دم بخود تھی رہتی — کچھ کہتی تو ضبط سے تھی کہتی
کرتی تھی جو بھوک پیاس بسمیں — آنسو پیتی تھی کھاکے قسمیں
جامے[2] سے جو زندگی کے تھی تنگ — کپڑوں کے عوض بدلتی تھی رنگ
یکچند جو گذرے بے خور و خواب — زائل ہوئی اُسکی طاقت و تاب
صورت میں خیال رہ گئی وہ — ہیئت میں مثال رہ گئی وہ
آنے لگے بیٹھے بیٹھے چکر — فانوس[3] خیال بن گیا گھر
پریاں وہ جو اُسکی پاسباں تھیں — دانا و عقیل و خوش بیاں تھیں
سمجھانے لگیں کہ مرتی ہے کیوں — ترک خور و خواب کرتی ہو کیوں
ثابت کچھ اثر ستارے کا ہے — اس چاند کو کیا گہن لگا ہے

[1] سایہ سی رہی۔ یعنے جیسے سایہ قدم پکڑے رہتا ہے ۱۲ [2] چونکہ وہ اپنی زندگی سے بیزار تھی اس لئے کپڑے بدلنے کی اُسے سُدھ نہ تھی مگر کپڑوں کے بدلے رنگ بدلتی تھی۔ یعنے ایک رنگ آتا تھا اور ایک جاتا تھا اور ایسا اکثر عالت کرب و اضطراب میں ہوتا ہے ۱۲ [3] فانوس خیال بنی ہوئی تھی - یعنی سکار کا دہن میں تصویر گھومتی ہے

رحم اپنی جوانی پر ذرا کر — منھ دیکھ تو آئینہ منگا کر
صورت تری زار ہو گئی ہے — گل ہو کے تو خار ہو گئی ہے
ہے ہے تری عقل کس نے کھوئی — ناجنس کو چاہتا ہے کوئی
بجھتی نہیں آگ ماہیِ تر[۵۱] — رہتا نہیں پانی میں سمندر
مذکور نہیں ہے کچھ حسد کا — ساتھی نہیں کوئی کار بد کا
روشن ہے جو کچھ کیا ہے اندھیر — پھیر اپنی سمجھ کا ہے پھیر
محبوس کیا ہے تجھ کو ہر چند — توبہ کا تو در نہیں کیا بند
بھولے سے بھی کر نہ یاد آدم — پھر گھر وہی تو وہی وہی ہم
اے شمع نہ سوچ گر بد و نیک — رشتہ کاٹے گا تجھ سے ہر ایک
سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار — اب ہاں نہ ہاں تو ہے مختار
تو قید جفا میں ہے کہ ہم ہیں — تو دام بلا میں ہے کہ ہم ہیں
غم راد نہیں کہ ساتھ دیجے — دکھ بوجھ نہیں کہ بانٹ لیجے
جھنجھلائی بکاؤلی کہ بس بس — اب ایک کہو گی تم تو میں دس
رنجور جو ہوں تو میں تمھیں کیا — مجبور جو ہوں تو میں تمھیں کیا
ہاں ہاں مری حالت اب ردی ہے — بہتر ہے وہی جو کچھ بدی[۵۲] ہے
بلبل اسی رشک گل کی ہوں میں — تم کیا ہو ہزار میں کہوں میں

۵۱ مچھلی آگ میں اور سمندر کیڑا پانی میں نہیں رہتا۔ یعنے ناجنس کے ساتھ صحبت برآ نہیں ہوتی ۱۲ ۵۲ بدی کے لفظ میں صنعت ایہام کی صورت ہے یعنی جس کو تم بدی سمجھی ہو وہ بات میرے نزدیک بہتر ہے۔ یا یہ کہ جو کچھ ہونا بدا ہے وہ ضرور ہوگا اور وہی اچھا ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

سوچیں وہ کہ یہ نہیں سمجھتی | ہے بلکہ برنگ زلف الجھتی
مجنوں ہو اگر تو فصد لیجے | سایہ ہو تو دوڑ دھوپ کیجے
کچھ روگ جو در پئے خلش ہو | درماں کے لئے دوا دہش ہو
بیماری عشق لا دوا ہے | اس باغ کی اور ہی ہوا ہے
آخر یہ تو جی سے اپنے ہے تنگ | ایسا نہ ہو لائے اور کچھ رنگ
یاد آئیں جو ابروانِ خم دار | رستے نہ کہیں گلے پہ تلوار
وہ سبزۂ خط جو یاد آئے | جھنجھلا کے کہیں نہ زہر کھائے
کر یاد کہیں چہِ ذقن کو | کودے نہ کنوئیں میں باؤلی ہو [۱]
دیوانے کی مطلق العنانی | ہے باعثِ مرگِ ناگہانی
تدبیر کا حوصلہ نکالا | زنجیر کا سلسلہ نکالا
بیڑی تھی رخِ جنوں کی کاکل | یا بوسیِ گل کو آیا سنبل
جب وحشتِ عشق ہو زیادہ | زنجیر ہے پیش پا فتادہ
شوریدہ بکاولی غضب تھی | زنجیروں میں بھی وہ بند کب تھی
بڑھتی جب دل کی بیقراری | پڑھتی یہ غزل بہ آہ وزاری

غزل

عالم کا ترے جہاں بیاں ہے | بیتابیِ دل جہاں جہاں [۲] ہے

۱ کنوئیں کے ساتھ باؤلی کا ذکر صنعت مراعات النظیر بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ اور ضلع جگت بھی کہا جا سکتا ہے۔ باؤلی ایک قسم کا بڑا کنواں ہوتا ہے جس میں سیڑھیاں بنی ہوتی ہیں ۱۲
۲ جہاں جہاں بہت زیادہ ۱۲ آسی

Marfat.com

زنجیرِ جنوں کڑی نہ پڑ یو — دیوانے کا پانوں درمیاں ہے
ذرے کا بھی چمکے گا ستارہ — قائم جو زمین و آسماں ہے
جو داغِ تم مہر ہے فلک پر — دل میں مرے اب تلک نہاں ہے
کس سوچ میں ہو نسیم بولو — آنکھیں تو ملاؤ دل کہاں ہے

آنا تاج الملوک کا صحرائے طلسم سے روح افزا پری کے ساتھ فردوس میں

بھر گھر طلسم اخلاص — ہے بحرِ سخن میں خامہ غواص
وہ قطرۂ بارشِ جدائی — وہ غرقۂ بحرِ آشنائی
وہ یادِ شہ حباب افسر — یعنے تاج الملوک مضطر
بے مہری چرخ سے جو ناگاہ — گردابِ[1] کے ہالے کا ہوا ماہ
جو ماہ سپہر برتری تھا — سو ماہی بحرِ ابتری تھا
بادل سا وہ بحرِ آسماں جوش — بجلی سا تھا لہر سے ہم آغوش
دریا تھا نہ بحر تھا نہ جیحوں — طوفانِ طلسم جوشِ افسوں
گرتے تو وہ پانی سر سے گذرا — ادھر اتو نہ کچھ نظر سے گذرا
موجوں کی عوض تھی جبینِ داماں — گرداب کے بدلے تھا گریباں
آگے جو بڑھا جزیرہ دیکھا — اشجار کا واں ذخیرہ[2] دیکھا

[1] یہ اس لئے کہا گیا کہ بکاؤلی کی ماں نے تاج الملوک کو دریائے طلسم میں ڈال دیا تھا ۱۲
[2] ذخیرہ انبوہ ہجوم۔ لیکن ذخیرہ اس جگہ کو بھی کہتے ہیں جہاں درختوں کی پود اور پنیر رکھتے ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

جس پھل کو چھوا جو پھر کیا غور
ہاتھ آیا نہ کچھ حباب کے طور

جانا کہ طلسم کا ہے جنگل
ہے یاں کے درخت کا یہی پھل

اور آگے بڑھا وہ بحرِ اوہام
ڈوبا خورشید ہو گئی شام

ڈر جانوروں کا جی میں بیٹھا
اک نخلِ کہن پہ چڑھ کے بیٹھا

ناگاہ سنی صدائے پُرخوف
آیا اک اژدہا پئے طوف

صورت میں پہاڑ کی نشانی
سیرت میں بلائے ناگہانی

مُنھ کھول کے سانپ اک نکالا
اُس کالے نے من زمیں پہ ڈالا

لہرا لہرا کے اوس چاٹی
بن میں کالوں نے رات کاٹی

جب صبح ہوئی تو مُنھ میں ڈالا
کالے نے من اژدھے نے کالا

وہ جا کے اُفق میں مہر چمکا
من افعیِ شب کے مُنھ سے نکلا

سوچا وہ کہ لیجیے من کسی طور
دشمن کا تھا سامنا کیا غور

کچھ گائیں کلیلیں کر رہی تھیں
بن میں ہری دوب چر رہی تھیں

دودھ اُن کا دوہا پیا کہا لو
گوبر کے اُنھیں کے چھوت پھیکو

نکلا جو پھر آ کے شب کو اژدر
گلخن سے دھواں دھوئیں سے اخگر

گوبر پھینکا تو دب گیا من
بادل میں چھپا وہ ماہِ روشن

بے روشنی اندھے ہو گئے وہ
من ڈھونڈتے آپ کھو گئے وہ

من لے کے جو اُس نے مہرہ مارا
شب کاٹ کے صبحدم سدھارا

دو مرغ تھے بیٹھے اک شجر پر
مادہ لگی پوچھنے کہ او نر

میں تجربہ کر چکی جہاں کا
کھلتا نہیں کچھ طلسم یاں کا

Marfat.com

مادہ سے یہ سن کے بول اُٹھا نر
ہے طرفہ طلسم اس جگہ پر

وہ پیڑ جو حوض پر لگا ہے
طوبےٰ سے خواص میں سوا ہے

اک سانپ ہے واں یہ چوٹ کرتا
مارے سے نہیں کسی کے مرتا

لیکن جو یہ بندۂ خدا جائے
تا حوض قدم قدم چلا جائے

لپکے گا خود اُس کو دیکھ کر سانپ
منھ چادر آب میں یہ لے ڈھانپ

ابھرے گا لگا کے جب یہ غوطا
بن جائے گا آدمی سے طوطا

اندیشہ نہ اپنے دل میں لائے
اُڑ کر یہ اُسی شجر پہ جائے

سب خشک ہے ایک ہی ہری ڈال
دو رنگ کے پھل ہیں سبز اور لال

پہلے تو یہ لال پھل کو کھائے
انسان کا رنگ روپ پائے

پھر توڑے اُس کے سبز پھل کو
پھل کچھ اسے دے رہیگا کل کو

جس شخص کے پاس وہ ثمر ہو
ہتیار نہ اُس پہ کارگر ہو

لکڑی میں اثر یہ ہے کہ دشمن
بن جاتا ہے موم اگر ہو آہن

دو ہاتھوں میں لے جو کاندھے پر
اُڑتا پھرے جیسے مرغ پر سے

ٹوپی جو بنائے چھیل کر چھال
دکھلائی نہ دے نظر کی تمثال

سینے کی صفت بیان کیا ہو
دم بھر میں بھرے جراحتوں کو

منھ میں رہے گوند اُسکا جبتک
لگتی نہیں بھوک پیاس تب تک

تھا مُلہمِ غیب[1] مرغ گویا
سنتے ہی اُدھر چلا وہ جویا

کالے[2] نے جہاں سے کی سیاہی
وہ حوض میں تھا مثال ماہی

---

[1] فرشتۂ غیبی ۱۲ [2] یعنے جیسے ہی کالا سانپ نکلا ۱۲ آسی

Marfat.com

طوطا بن کر شجر پہ آکر — پھل کھا کے بشر کا روپ پاکر
پتے پھل گوند چھال لکڑی — اُس پیڑ سے لے کے راہ پکڑی
ہاتھ آجو گئی عصا کی تاثیر — پرّاں ہوا صورتِ عصافیر[51]
اُڑتا ہوا واں سے دور جاکر — ٹھہرا دم لینے اک جگہ پر
من ران کو چیر کر چھپایا — پتے سے وہ زخم سب بھر آیا
اک حوض پر آب و تاب دیکھا — سرچشمۂ آفتاب دیکھا
غوطہ جو لگا کے سر اُٹھایا — وہ حوض وہ آب کچھ نہ پایا
دکھلائی بُرے دنوں نے شامت — مردی کی رہی نہ کچھ علامت
عوض[53] اُس کی ہوئی یہ دیکھتے ہی — فوّارہ تو گم خزانہ باقی
سختی جو دکھاتا تھا مقدر — چھاتی پہ دھرا گچوں[52] سے پتھر
نامردی سے اپنی نعرہ زن ہو — بیچاری چلی کسی طرف کو
آگے سے جوان ایک خوش قد — آتا تھا دنوں کی جیسے آمد
باہم زن و مرد نے کیا میل — دریا سے ملا وہ قطرہ زن سیل
بارے جو پڑی گھر اُس کے بے قید — اُمید[54] سے رہ گئی وہ نومید
جب جن کے نہانے کا دن آیا — غوطہ کسی حوض میں لگایا
اُبھرے تو نہ حوض تھا نہ وہ روپ — پانی کے عوض تھی دشت کی دھوپ
مردی نے جو پھر وجود پایا — پستانوں کو بے نمود پایا

۵۱ عصافیر جمع عصفور چڑیا ۱۲ ۵۲ یہ بھی ایک محاورہ ہے جس کے معنے بہت زیادہ ڈرنے کے ہیں ۱۲ ۵۳ تیکھ بمعنی پستان ۱۲ آتی۔ ۵۴ اُمید حمل ۱۲

Marfat.com

ترکش[1] پہ نگاہ کی تو تھا تیر — قبضے میں پھر آئی کھوئی شمشیر
گو شمع بنا چراغ دامن — روشن نہ ہوا وہ رنگ و روغن
تھا مردم دیدۂ طلسمات — خال رخ و رنگ رو مساوات
اک دیونی مردہ دل سی بھوت — پستاں سے قد اُسکا نخل تابوت
زنبور سیاہ خال اُسکے — برگد کی جٹائیں بال اُسکے
گٹھا لئے سر پہ لکڑیوں کا — چلتی تھی سموم[2] کا سا جھونکا
شہزادہ کہ تھا کریہہ منظر — وہ روسیہ اُسکو سمجھی شوہر
گٹھا وہ دیا کہ بیچ لا جا — کیجو نہیں دیر جلد آ جا
حیرت زدہ شاہزادہ ناچار — راہی ہوا سر پہ رکھ کے انبار
جب بڑھ کے ہوا نظر سے اوجھل — ہلکا ہوا پھینک پھانک بوجھل
واں سے جو بڑھا تو ایک چشمہ — پُر آب تھا چشم منتظر سا
غوطہ جو لگا کے سر اُبھارا — پایا وہی رنگ و روپ سارا
کھویا ہوا مال ہاتھ آیا — بولا وہ کہ شکر ہے خدایا
خورشید مرا گہن سے چھوٹا — زنگ آئینۂ بدن سے چھوٹا
یارب یہی اب میں چاہتا ہوں — یہ چشمہ پھر آنکھ سے نہ دیکھوں
نادان ہو جو آبرو کو کھوئے — اُس پانی سے ہاتھ منھ کو دھوئے
یہ کہکر کاندھے رکھ کے لاٹھی — گھوڑوں پہ ہوا کے باندھی کاٹھی
کھانے کو شجر کا گوند تھا پاس — کیا دخل کہ بھوک لگتی یا پیاس

[1] ترکش تیر رکھنے کا آلہ۔ یعنے عورت سے پھر مرد ہو گئی ۱۲ [2] آندھی۔ لُو ۱۲ آسی۔

Marfat.com

دیکھا ناگاہ کوہِ البرز — اک دیو سیاہ تھا لیے گرز
ٹوپی وہ جو سر پہ چھال کی تھی — عریانی میں پردہ حالی کی تھی
اُس دیو کے آگے سے بڑھا وہ — سایہ سا پہاڑ پر چڑھا وہ
گریاں لبِ حوض اک پری تھی — فوارے کی طرح رو رہی تھی
پرجوش و خروش اُسے جو پایا — رُوپوش نے تاج سر اُٹھایا
دیکھا جو پری نے آدمی زاد — آہستہ کہا کہ خانہ برباد
رستہ ترا کھو گیا کہاں سے — کھا جائے گا دیو بھاگ یاں سے
بولا وہ بشر کہ دیو کیسا — ہم کو تو ملا نہ کوئی ایسا
بولی وہ پری کہ جا کہا مان — سر پر ہیں ترے قضا کے سامان
بولا وہ کہ بیقراری کیا ہے — تم اپنی کہو ہماری کیا ہے
کیوں روتی ہو کس کی یاد میں ہو — کیا رنج ہے کس فساد میں ہو
بولی وہ حسیں کہ میں پری ہوں — اس دیو کے بس میں آگئی ہوں
فردوس کا بادشہ مظفر — روح افزا جسکی ہوں میں دختر
سردار گروہِ دیوؤں کا ہے — سلطان ارم مرا چچا ہے
اک دن میں چلی چچا کے گھر کو — باندی تھی بکاولی خبر کو
رستے سے یہ دیو بھانس لایا — ؔابتک تو خدا نے ہے بچایا
نام اس سے بکاولی کا سنکر — رونے جو لگا وہ سر کو دھنکر
پوچھا اُس نے کہ آدمی زاد — تو کیوں رو دیا کہا کہ فریاد

ؔ یعنے میں ابتک زندہ ہوں۔ یا ابتک بدستور عفیفہ اور دوشیزہ ہوں ۱۲ آسی

Marfat.com

واں خون عیش پر پڑی برق
یاں بحر فسوں میں میں ہوا غرق

وہاں پھانس چبھی ہے اسکو غم کی
یاں سانس نہیں ہے ایکدم کی

بولی وہ کہ چھوٹتے اگر ہم
رکھتے ترے زخم دل پہ مرہم

بولا وہ کہ چل کہا کہ ناداں
وہ دیو کہاں کہاں تو انساں

دیوؤں سے بھی لڑ سکا ہے کوئی
سایے کو پکڑ سکا ہے کوئی

بولا وہ کہ جی بجھا نہ جانی[51]
دیو آگ تو آدمی ہے پانی

ہرچند کہ انس و جاں میں ہے لاگ
دب جاتی ہے مشت خاک سے آگ

بولی وہ کہ سن تو آدمی زاد
وہ دیو ہے تیری کیا ہے بنیاد

تجھ پاس تو اک عصا ہے جانی
لاٹھی سے جدا نہ ہوگا پانی

بولا وہ کہ یہ جو لٹھ مرا ہے
موسیٰ کا عصا ہے اژدہا ہے[52]

یہ کہہ کے جتائے جوہر اپنے
سامان دکھائے یکسر اپنے

ٹوپی جو اتار لی تھی سر سے
پھر رکھ کے نہاں ہوا نظر سے

لٹھ کاندھے پہ رکھ ہوا یہ جاکر
ظاہر ہوا ٹوپی کو اٹھا کر

یہ شعبدہ دیکھ کر پری نے
اڑ چلنے کے پائے کچھ قرینے

تسکیں جو ہوئی پری کے جی کو
وہ آدمی لے اڑا پری کو

---

[51] جی بجھا یعنے اپنے دل کو رنجیدہ نہ کر ۱۲ [52] عصائے موسیٰ۔ موسیٰ علیہ السلام کا ایک یہ بھی معجزہ تھا کہ جب اپنے عصا کو آپ زمین میں ڈالتے تو وہ اژدہا بنجاتا تھا یہی عصا تھا جس نے فرعون کے دربار کے ساحروں کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل لیا تھا یہی عصا تھا جسے آپ نے جب دریائے نیل پر مارا تو بارہ راستے بن گئے تھے۔ یہی عصا تھا کہ آپ نے اس سے عوج بن عنق کو مارا تھا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

وہ دیو پری کو اڑتے پاکر
اچکا تو ملا ہوا یہ جاکر

شہزادے نے اپنے سر کی ٹوپی
جلدی سے پری کے سر پہ رکھدی

بدلی میں چھپی وہ ماہ روشن
بجلی سے عیاں ہوا یہ پرفن

وہ دیو کہ تھا پری پہ لپکا
حیرت زدہ آدمی پہ لپکا

شہزادہ کہ لٹھ سے برق دم تھا
بادل سا ہوا کا ہم قدم تھا

دیکھا جو نہ دیو نے گذارا
پتھر اک اٹھا کے پھینک مارا

وہ سنگ گران حربۂ غول
تاثیر سے پھل کی بن گیا پھول

لٹھ اسکا پڑا تو وہ ہوا چور
جس طرح عصا سے جام بلور

غل کرکے زمین پر گرا دیو
موجود ہوئے ہزار ہا دیو

بادل کی طرح جو اٹھے دشمن
لاٹھی سے ہوا وہ برق خرمن

موسیٰ کا عصا تھا لٹھ جواں کا
ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکا[لے]

سرمہ کیا کوہ پیکروں کا
جی چھوٹ گیا دلاوروں کا

ٹوپی کو اتار کر پری نے
چومے قدم بشر پری نے

شہزادے نے تاج سر پہ رکھا
لٹھ کاندھے پہ دل سفر پہ رکھا

فردوس میں جا کے صورت حور
ماں باپ سے آملی وہ مہجور

دیوؤں کی وہ سرکشی سنائی
انساں کی وہ مردمی جتائی

سن سن کے اڑے حواس انکے
لائے نہ یقیں قیاس انکے

پوچھا کہ وہ ہے کہا کہ ہاں ہے
پوچھا کہ کہاں کہا کہ یہاں ہے

لے ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکنا۔ سب سے ایک سا سلوک کرنا ۱۲ آسی

Marfat.com

یہ سنتے ہی اُس نے تاج اُٹھایا — حیرانوں کو شعبدہ دکھایا
بال اُس کے جو بال سے بڑھے تھے — ناخن بھی ہلال سے بڑھے تھے
تن خاکی تھا جان آتشیں تھی — عریانی[۱] قبائے پوستیں تھی
صورت سے فقیر تھا بروگی — کی آؤبھگت[۲] سمجھ کے جوگی
حسن آرا اُس پری کی مادر — باپ اُس کا بادشہ مظفر
قدموں پہ گری کہا ادب سے — حرمت رہی آپکے سبب سے
بولا وہ خدا خدا کرو واہ — ہے جملہ جہاں کا مالک اللہ
قادر وہی کبریا وہی ہے — آخر وہی ابتدا وہی ہے
بولی وہ کہ حق ہے جو ہے فرمان — تم وقت کے اپنے ہو سلیمان
کھولو کمر اور لطف فرماؤ — شربت پیو میوہ ہائے ترکھاؤ
بولا وہ کہ اشتہا کسے ہے — کھانے کا مزا رہا کسے ہے
سیاح کو کیا قیام سے کار — شبنم نہیں جاگزیں گلزار
درویش رواں رہے تو بہتر — آب دریا بہے تو بہتر
روح افزا بول اٹھی اجی واہ — ہم جانے نہ دینگے تم کو واللہ
آرام کرو کرم کرو آؤ — ہم رام ہوئے نہ رم کرو آؤ
مجمع سے الگ مکان میں لائی — آرام کی جا قرار پائی
اصحاب نیاز کھانے لائے — ارباب نشاط گانے آئے

[۱] یعنے اُس کے جسم کی عریانی اُسکے لئے قبائے پوستین بنی ہوئی تھی ۱۲ [۲] آؤبھگت کرنا خاطر تواضع کرنا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

تھا اپنے ہی سوچ میں وہ سنسان
دھن راگ کی تھی نہ رنگ کا دھیان

بے وقت وہ راگ خوش نہ آیا
بے فصل وہ پھاگ خوش نہ آیا

آنا بکاولی کا روح افزا کی خبر کو جمیلہ کے ساتھ اور تاج الملوک سے ملکر جانا سات دن بعد

بچھڑوں کے جو ملنے کا بیاں ہے
یوں خامہ خوشی سے تر زباں ہے

روح افزا کو جو کھو کے پایا
مژدہ شاہ ارم تک آیا

جانا تھا یگانگی میں لازم
چلنے کو ہوئی جمیلہ عازم

وہ ساکن خانۂ سلاسل
یعنی وہ بکاولی بے دل

کہتی تھی کہ پیچ سے نکلتی
خواہاں یہ ہوئی کہ میں بھی چلتی

سن کے قیدی کی زار نالی
زنجیر کے پیچ سے نکالی

تخت اُنکی سواریوں کے آئے
اُڑتے وہ ہوا کے جھونکے آئے

بانوئے شہ ارم جمیلہ
دخت اُسکی بکاولی عقیلہ

روح افزا سے ہوئیں بغلگیر
صورت پوچھی کہا کہ تقدیر

کہہ سن کے مبارک و سلامت
بیٹھ اُٹھ کے ہوئی جمیلہ رخصت

روح افزا نے کہا چچی جان
تم جاؤ رہیں بکاولی یاں

خاطر سے کہا کہ خیر لیکن
لیجاؤں گی خود میں ساتویں دن

یہ کہہ کے وہ وحشت مجسم
آہو سی ارم کو کر گئی رم

روح افزا نے کہا بہن سے
بہتر کوئی جا نہیں چمن سے

Marfat.com

گلگشت کریں چلو کہا خیر
چل پھر کے ہنسی ہنسی میں پوچھا
روح افزا نے کہا کہ ہمشیر
واللہ کہ چھان کر خدائی
سمجھی وہ ہنسی کہا سڑن ہو
ہم کو یہ ہنسی نہیں گوارا
پیارا جو نہ تھا تو کھو گئیں کیوں
بولی وہ کہ آشنا تمھارا
گر اسکی تلاش میں میں کھوئی
جو چاہو کہو جواب کیا دوں
وہ جوگی وہ دھونی اور وہ آسن
دیکھا تو دکھا رہی ہے تقدیر
روح افزا اُن کے بیچ میں واں
دونوں کا بدل تھا وصل منظور
وہ غرقۂ بحرِ ظلم و بیداد
خاطر کی کدورتیں عیاں کیں
رو رو کے بکاولی دل افگار
پھرتا تھا تو چشم و دل میں میرے
شکل مجھے اپنا تھا منا تھا

کیا جانے کہ ہو گی سیر میں سیر
کھونا ملنا بہن یہ کیا تھا
میں نے یہ سنا کہ تو ہے دلگیر
تیرے پیارے کو ڈھونڈھ لائی
نادان ہو کیا کہوں بہن ہو
پیارا ہووے گا وہ تمھارا
بدراہ بھی آپ ہو گئیں کیوں
پیارا نہیں پیاری کا ہے پیارا
بدراہ نہ کہہ سکے گا کوئی
قائل نہیں ہوتی ہو دکھا دوں
دکھلایا تو تھی اسی کی جوگن
کوشش کا اثر کشش کی تاثیر
قالب تھی میان جان و جاناں
مانند حجاب ہو گئی دور
دریا رویا سنا کے افتاد
چشموں کی وہ صورتیں بیاں کیں
بولی کہ خدا کو علم ہے یار
دیدے مرے نقش پا تھے تیرے
ہر وقت قضا کا سامنا تھا

Marfat.com

ہمچشم پھرے تھے مثلِ مژگاں / ہم سایہ تھے سب کشیدہ داماں

گھر میں رہنا گراں تھا میرا / زنجیر کا گھر مکاں تھا میرا

جو کہہ کے سخن پکارتا تھا / پتھر سا کھینچ مارتا تھا

سختی سہی یا کڑی اُٹھائی / اُفتاد تھی جو پڑی اُٹھائی

طالع سے کسے تھی ایسی اُمید / نکلا ہے کدھر سے آج خورشید

کیوں مُنہ پہ شفق خوشی سے پھولی / کیا شامِ وصال راہ بھولی

یہ کہہ کے ملے بہم وہ ایسے / صفحے خطِ[1] تواماں کے جیسے

اک جان دو تن تھی سرو بالا / صحبت کا مزا ہوا دوبالا

دربان سہی تھی در پہ روح افزا / تھا پیش نظر حیا کا پردا

جب بیٹھے ہوس نکال کے وہ / وارد ہوئی دیکھ بھال کے وہ

بول اٹھی بکاولی کہ واری / محرم کا ہے کام پردہ داری

وہ بولی مجھے تو کچھ نہ آیا / تم نے مگر اب تو ہے سکھایا

کیا جانیں ابھی بڑا ہے کیا کیا / اس عمر میں سیکھنا ہے کیا کیا

بارے وہ مہ دو ہفتہ باہم / یک ہفتہ رہے انیس و ہمدم

سمجھے ہفتے[2] کی میہمانی / ہر ہفت عروسِ شادمانی

وعدے پہ جمیلہ ساتویں دن / آئی تو تھا حیلہ غیر ممکن

ساتھ اُسکے رواں ہوئی وہ گلرو / ہوش اُس کے رواں ہوئے کہے تو

[1] خط تواماں وہ خط ہے کہ دو ورق لکھتے ہیں اور دونوں کو جب ملاتے ہیں تو وہ پڑھا جاتا ہے ۱۲ [2] یعنی یہ ہفتہ بھر کی مہمانی عروسِ شادمانی کی زیب و زینت تھی ۱۲ آسی۔

Marfat.com

چاہا کہ وہ تاج رکھ کے سر پر — رہئے رو پوش ساتھ چلکر
دامن کو پکڑ کے روح افزا — بولی کہ کدھر کیا ارادا
الفت کے بہت نہ جوش میں آؤ — کچھ خیر ہے تم کو ہوش میں آؤ
نافہمی سے خوار ہو چکے ہو — اب تو سیکھو کہ کھو چکے ہو
کار مشاطہ خود نہ کیجے — انگارے کو ہاتھ سے نہ لیجے
جلدی تمھیں کیا ضرور دم لو — بیدل نہ ہو قول لو قسم لو
گھبراؤ نہ پاکے نامرادی — غم کھاؤ جو چاہتے ہو شادی
سوچا تو نہ تھا صلاح اُلجھنا — دانائی تھی بات کا سمجھنا

پیغام لیجانا حسن آرا کا بکاولی کی شادی کیواسطے

بیدل نے جگہ جو جی میں پائی — یوں خامے نے کی زباں کشائی
وہ شکر گذار روح افزا — ماں سے بولی کہ حسن آرا
واجب ہوا ادائے حق مہماں — احسان کا عوض نہیں جز احساں
حسن آرا نے کہا کہ بہتر — جو اپنے سے ہو نہیں ہیں باہر
بولی وہ کہ یہ فقیر جوگی — ہے عشقِ بکاولی کا روگی
میں اسکے سبب بچی ہوں جی سے — یہ میرے سبب ملے پری سے
راز اُن کا کیا جو آشکارا — راضی ہوئی سنکے حسن آرا
بلوا کے مصور اک کہن سال — کھچوائی اُس آدمی کی تمثال
وہ صورت حال ارم میں لائی — خلوت میں جمیلہ پاس آئی

Marfat.com

چھیڑا کہ ہو مہ سے عقد پرویں
پیوند نہال گل ہو نسریں

واجب نہیں اب تامل اس میں
بھریے وہیں تک نہ چھلکے جس میں

بولی وہ جمیلہ کیا بتاؤں
تو اپنی ہے تجھ سے کیا چھپاؤں

سودا ہے مری بکاولی کو
ہے چاہ بشر کی بادنی کو

مشہور ہے ضد انس و جانی
یکجا نہیں رہتے آگ پانی

حسن آرا نے کہا جمیلہ
مجھ کو یہ نہیں پسند حیلہ

کاوش تری بے ثبات ہے یہ
سو بات کی ایک بات ہے یہ

دو دل جو ہوں چاہنے پہ راضی
یہ جان لے کیا کرے گا قاضی

بولی وہ جمیلہ ہوش میں آؤ
جا کر کسی اور کو یہ سمجھاؤ

تجویز کی آپ کے میں قرباں
لے جائے مری پری کو انساں

حسن آرا نے کہا کہ خاموش
شعلہ کو کیا ہے کس نے خس پوش

اسباب نہ جمع کر ضرر کے
رکھ پنبہ نہ داغ پر شرر کے

بولی وہ جمیلہ پھر کروں کیا
وہ بولی نہ سمجھی کہتی ہوں کیا

جب دل ہی پری کا آگیا ہو
انسان ہے تو کیا مضائقہ ہو

انسان ہی تھے حضرت سلیماں
انسان ہی تھے مسیح دوراں

یہ قطرۂ بحر کبریائی
دریا ہے جو ہوئے آشنائی

کیا شکوہ[۱] اگر پری نہ سمجھے
افسوس جو آدمی نہ سمجھے

[۱] یعنی اس سے پہلے شعر میں جو کہا گیا کہ انسان اگرچہ ایک قطرۂ ناچیز ہے مگر یہی قطرہ اگر بحر عشق الٰہی میں غرق ہو تو بہت بڑی چیز ہے۔ اور یہ دریا کی مانند۔ اگر اس رمز کو پری نہ سمجھے تو نہ سمجھے۔ مگر آدمی نہ سمجھے تو بڑا افسوس ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

دم ڈھل گئے ہیں رشتۂ نفس کے — پھندے میں پھنسا ہے پیش و پس کے

بیاہ ہونا بکاولی کا تاج الملوک کے ساتھ اور رہنا ارم میں

شادی کے لئے ہے کلکِ شنجرف — انگشتِ قبول دیدۂ حرف
حسن آرا تھی جو نیک تدبیر — دکھلائی جمیلہ کو وہ تصویر
پہچان کے خال و خط سے انداز — وہ چپ جو رہی تو یہ سخن ساز
بولی کہو کیوں کہا کہ مانا — پر کھوئے ہوئے کا کیا ٹھکانا
وہ بولی کہ اس سے تجھ کو کیا ہے — ہم نے تو سمجھ کے کچھ کیا ہے
ٹھہری یہ غرض کہ آ چکی رات — فیروز شہ آ کے چھیڑے بات
جب سونے کو وہ محل میں آیا — افسانۂ عشق اُسے سُنایا
یاد اُس نے کیا بکاولی کو — لے آئے اُڑا کے اُس پری کو
تصویرِ بشر دکھائی اس کو — شادی کی خبر سُنائی اُس کو
دیکھا تو نہ فرق تھا سرِ مو — جا پہنچے خط و خال و چشم و ابرو
نقشے سے وہی نگار پایا — قسمت کا لکھا سا آگے آیا
کہنے لگی دل میں یا الٰہی — شر ہو نہ کہیں یہ خیر خواہی

۱ یعنی قلم شنجرف دیدۂ حرف کے واسطے انگشت قبول بنا ہوا ہے۔ چونکہ اس داستان میں بکاولی کی ماں کی تجویز شادی کو قبول کرنے کا ذکر ہے اسواسطے ایسا لکھا۔ بسر و چشم قبول کرنا ایک محاورۂ قدیم ہے ۱۲ آسی۔

Marfat.com

پیارے سے نہ ہو خلاف وعدہ — کیا سوچتی ہوں نصیب اعدا
دیکھا تو وہ بھیدی حسن آرا — کرتی تھی اسی کے رُخ نظارا
روح افزا کا جو آگیا دھیان — تسکیں ہوئی آئی جان میں جان
جانا کہ بہار فصل سے ہے — یہ نقل مطابق اصل سے ہے
اقرار میں تھی جو بے حیائی — شرمائی لجائی مسکرائی
حسن آرا نے کہا مبارک — ایجاب اُس نے کیا مبارک
سج دھج یہ بنی اُدھر بنائے — بن ٹھن کے بنا اُدھر سے آئے
سیارہ شناس کو بلایا — ساعت ٹھہرائی دن دکھایا
شادی کی خبر سے خوش خوش آئی — مشتاق کو خوش خبر سُنائی
راتوں کو جو گنتے تھے ستارے — دن گننے لگے خوشی کے مارے
واں مہندی نے چومے پائے خورشید — یاں سبز ہوا نہال اُمید
وہ واں یہ گلاب سے نہائی — یاں تازگی آبرو نے پائی
واں غازے سے رُخ شفق میں خورشید — یاں جم گیا مُنھ پہ رنگ اُمید
افشاں ہوئی واں ستارہ افشاں — یاں جیغہ[1] سے روشنی دوچنداں
واں مانگ سے رنگ کہکشاں ماند — یاں شملہ سر سے ہالے میں چاند
واں زلف نے کھائے پیچ پر پیچ — طرہ کلغی پہ یاں تھا سرپیچ
آنچل ہوئے واں نقاب عارض — سہرا ہوا یاں حجاب عارض

[1] جیغہ۔ کلغی ۱۲ عبدالباری آسی۔

Marfat.com

زیبا ہوا واں بدن پہ گہنا — یاں جامۂ وفا کا اُسنے پہنا
محرم کے کسے گئے اُدھر بند — ہمت کا بندھا اِدھر کمر بند
واں گُل سے بہار بوستاں تھی — آرایش تخت گل یہاں تھی
الماس کے واں تھے جھاڑ فانوس — یاں جلوہ فروش تخت طاؤس
مہتاب سے چاندنی کا واں فرش — یاں[لہ] چرخی سے چرخ میں سر عرش
واں جلوے حنائی انگلیوں کے — یاں روشنی کے تھے پنج شاخے
بادل سے وہ واں گرج رہے تھے — یاں دھوم سے باجے بج رہے تھے
واں پریوں میں ذکر آدمی زاد — نوشہ کے جلو میں یاں پریزاد
گلگوں تھا کسی کا بادرفتار — گلرنگ کسی کا تھا ہوادار
ہاتھی تھے تو مستیوں کی دھت تھی — گھوڑے تھے تو چابکی کی لت تھی
وہ ماہ کہ تھا سوار شبدیز — تھا پا بہ رکاب شوق مہمیز
ورتنگ جو برات اُدھر سے آئی — کی سب نے ادھر سے پیشوائی
فیروز و مظفر ایسے دو شاہ — پر نور تھے جیسے مہر اور ماہ
باران گلاب و بارش گل — ہو کر بڑھے آگے با تجمل
سلطان فیروز رتنگ جم تھا — نوشہ مسند پہ جم کے بیٹھا
ہریالے بنے کا شور و غل تھا — سنبل کا چنور تو چتر گل تھا
گل سے خوانوں میں زر دلایا — اُن غنچہ دہانوں کو کھلایا
خورشید سا آفتابہ لائے — منھ ہاتھ ہر ایک کے دُھلائے
قلیان پیئے مشکبو دھواں دھار — بیڑے چکھے پان کے مزیدار

لہ چرخی ایک آتشبازی کا نام ہے یعنے چرخی کو دیکھ کر عرش کا سر چکرا رہا تھا ۱۲ عبدالباری۔

Marfat.com

جب عقد کے اُن کی ساعت آئی — دو رشتوں میں اک گرہ لگائی
یکجا کیے وہ عروس و داماد — وہ جان پری یہ آدمی زاد
حیرت[۵۱] نے آئینہ دکھایا — شربت دیدار نے پلایا
زلفیں ہوئیں چہرے کی بلائیں — ٹونا وہ نگاہیں سحر آئیں
جو چہرہ آستیں پہ تل تھا — اسپند[۵۲] نگاہ بد بدل تھا
جوڑی جو ملی بنے بنی کی — سنگت ہوئی راگ راگنی کی
جو گائنیں تھیں شہانے[۵۳] گائیں — لیتے ہوئے نیگ راگ لائیں
حق پا کے جو رکھتی تھیں قدامت — بول اُٹھیں مبارک و سلامت
پیارا تھا بنے بنی کا جوڑا — خلوت میں دولہا دلھن کو چھوڑا
پریاں کہ ہزار با بھری تھیں — ارمان سے سب وہاں سے نکلیں
بے پردگی ہوتی تھی جو اُن میں — دروازوں نے بند کر لی آنکھیں
طومار حجاب کو کیا طے — ساغر پہ جھکا وہ شیشۂ مے
مستانہ ملا دلھن سے نوشاہ — صحبت ہوئی دخت رز سے دلخواہ
مست آنکھیں تھیں رشک جام سرشار — لبریز ہوئی شراب دیدار
گردن بھی صراحئ مے ناب — ہاتھ آئی وہ بہر مستی خواب

۵۱ حیرت نے آئینہ دکھانے کی رسم ادا کی جیسا کہ دلھن کا منھ آئینے میں دولہا کو دکھایا جاتا ہے اور اس رسم کو شاید جلوہ کہتے ہیں یہ رسم رخصت کے روز دلھن کے یہاں ادا ہوتی اور اسی کو آرسی مصحف دکھانا کہتے ہیں۔ اسی طرح نکاح کے وقت حاضرین بارات کو شربت بھی پلاتے ہیں ۱۲ ۵۲ اسپند کالا دانہ جو دفع نظر بد کے لیے جلاتے ہیں ۱۲ ۵۳ ایک قسم کا شادی کا گیت ۱۲ آسی

Marfat.com

جب اوڑھی عروس مہ نے چادر — نکلا پردے سے مہر خاور

ثابت جو شب کو تھے ستارے — خورشید نکلتے ہی سدھارے

تیغنے دولھا دولھن سحر گاہ — نکلے آرام گہ سے دلخواہ

منھ گھر کو براتیوں نے موڑا — محفوظ دولھا دولھن کو چھوڑا

وہ حوضِ گلاب میں نہایا — یاں رخ پہ عرق گلاب پایا

واں جوڑا چست و تنگ بدلا — یاں جوڑے کے منھ کا رنگ بدلا

وہ راگ کا دیکھنے لگا رنگ — یاں پردے میں چھیڑ تھی خوش آہنگ

رخصت ہونا تاج الملوک کا بکاولی کو لیکر اور آنا گلشن نگارین میں

غربت سے جواب سر وطن ہے — کلکِ دو زباں یہ حرف زن ہے

شادی ہو کر وہ خانہ آباد — سوچا کہ بنا ہیں خانہ داماد[۱]

غربت میں وطن کی دھن سمائی — اُس فیل کو یاد ہند آئی

خلوت میں ہوا پری سے گویا — دنیا میں ہیں سب وطن کے جویا

یانی تہ خاک کو رواں ہے — تو شعلہ کی سوے آسماں ہے

عزمِ سفرِ وطن سمجھ کر — بولی وہ بکاولی کہ بہتر

چلیے گا تو ساتھ ہیں بلا عذر — رہیئے گا تو بندگی میں کیا عذر

ہاتھ اُسکا پکڑ کے باہر آئی — ماں باپ کے پاس دختر آئی

۱ خانہ داماد - گھر داماد - جو سسرال ہی میں رہے ۱۲ آسی

Marfat.com

ہوتے ہی دوچار خویش و دختر ۔۔۔ دو سے ہوئے چار اس جگہ پر
وہ تینوں تھے قوم کے پریزاد ۔۔۔ جو تھا ان میں یہ آدمی زاد
چومی اس نے زمین خدمت ۔۔۔ غربت سے وطن کی چاہی رخصت
فیروز شہ و جمیلہ بانو ۔۔۔ دونوں ہوئے سن کے سر بزانو
غوطے[۱] میں جو آگئے وہ یکسر ۔۔۔ بولی ماں باپ سے وہ دختر
پردیسیوں سے جو کی ہے نسبت ۔۔۔ اب کیجے ہنسی خوشی سے رخصت
دعوے نہیں کچھ دئے ہوئے پر ۔۔۔ قائم رہیے کئے ہوئے پر
لازم جو ہوا اس میں کد نہ کیجے ۔۔۔ سائل کا سوال رد نہ کیجے
بولی وہ کہ بخت تھا زبردست ۔۔۔ خورشید کو ذرے نے کیا پست
انساں سے جھکی پری کی گردن ۔۔۔ کانٹے سے رکا ہوا کا دامن
یہ کہہ کے منگائے دو ہوادار ۔۔۔ سو دیو بلائے باد رفتار
ہو کر دیووں کے زینت دوش ۔۔۔ رخصت وہ ادھر ہوا ادھر ہوش
اشکوں سے شگون لیا نرالا ۔۔۔ آئینۂ[۲] رخ پہ پانی ڈالا
سونپا مختار کو جو مجبور ۔۔۔ گھر پاس تھا اور دو منزلوں دور
آئے تو وہ باغ سحر بنیاد ۔۔۔ تھا آب و ہوائے خوش سے آباد
خیل و خدم اسکے منتظر تھے ۔۔۔ مانند حواس منتشر تھے
پہچان کے سب نے غل مچایا ۔۔۔ آیا تاج الملوک آیا

۱؎ غوطے میں آ جانا۔ متحیر اور پریشان ہو جانا ۱۲ ۲؎ کسی کو رخصت کرتے وقت شگون نیک سمجھ کر آئینے پر پانی ڈالتے ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

داخل جو ہوئے محل کے اندر — محمودا لپکی دوڑی دلبر
پوچھا خوش خوش کہا کہ دم لو — دیکھو یہ کون ہیں قدم لو
دلبر یہ وہی بکاولی ہے — محمودا دیکھ کیا پری ہے
سبحان اللہ کہہ کے دلبر — بولی کہ یہ گھر ہوا منوّر
محمودا نے کہا مبارک — خوشنودئ آشنا مبارک
ان مختصروں نے جب دیا طول — بولی وہ بکاولی کہ معقول
یہ سمجھو تو کچھ نہیں ہے تکرار — خوش پوش ہر ایک جوڑے وچار
درجے درجے رہیں وہ ذی ہوش — ہمخانہ و ہمدم و ہم آغوش

طلب ہونا بکاولی کا راجہ اندر کی محفل میں اور آگاہ ہو کر ہمراہ جانا تاج الملوک کا

تقدیر سے ہیں جو شادی و رنج — اب یوں نئے خامہ ہے نوا سنج
از بس کہ یہ چرخ فتنہ انگیز — ہے خرمن عیش پر شرر ریز
یکچند وہ مہ تھی کاہشوں میں — گذری اک عمر خواہشوں میں
تقدیر سے جب مراد پائی — راجہ اندر کو یاد آئی
اندر اسن امرنگر ہے شہر ایک — خلقت ہے وہاں کی زندہ دل نیک
اندر ہے بادشاہ اسکا — آسن ہے تخت گاہ اسکا
مصئون وہ قضا سے اسقدر ہے — اس بستی کا نام امرنگر ہے
یزدانیوں کا ہے مسکن اسمیں — روحانیوں کا نشیمن اسمیں

Marfat.com

کہتے ہیں مورخانِ ہندی — آباد ہوا پہ ہے وہ بستی
راجہ کہ کمال پارسا ہے — مقبول جنابِ کبریا ہے
خالق نے دیا ہے فوق اسکو — نغمے سے ہے ذوق شوق اسکو
انساں کا سرود رقص کیا ہے — پریوں کا ناچ دیکھتا ہے
باری باری سے جو پری ہر — راجہ اندر کی مجرئی ہے
لیکن جو بکاؤلی دل افگار — باری پہ پہونچ سکی نہ بیمار
اک شب راجہ تھا محفل آرا — یاد آئی بکاؤلی دل آرا
پوچھا پریوں سے کچھ خبر ہے — شہزادی بکاؤلی کدھر ہے
منھ پھیر کے ایک مسکرائی — آنکھ ایک نے ایک کو دکھائی
چتون کو ملا کے رہ گئی ایک — ہونٹوں کو ہلا کے رہ گئی ایک
بولا وہ کہ چپ ہو کیوں سبب کیا — بولیں وہ کہ کہیے بے ادب کیا
ناتا پریوں سے اسنے توڑا — رشتہ اک آدمی سے جوڑا
وہ سن کے خفا ہوا کہا جاؤ — جس طرح سے بیٹھی ہو اٹھا لاؤ
پریاں اڑیں اوپر آئیں — مہتابی[۵۱] پہ مثل ابر چھائیں
دیکھا تو وہ دونوں کرتے تھے خواب — گل تکیے[۵۲] تھے آفتاب و مہتاب
ہم بسترِ آدمی پری تھی — سایہ کے بغل میں چاندنی تھی

۵۱ مہتابی۔ ایک مخصوص جگہ جو چبوترے کی سی شکل میں چھت یا حوض کے کنارے پر چاندنی کی سیر کے لئے عالیشان مکانوں یا باغوں وغیرہ میں بنا دیتے ہیں ۱۲ ۵۲ گل تکیہ۔ وہ تکیہ جو رخسار کے نیچے رکھتے ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

غافل جو مؤکلوں نے پایا
جاگی تو سب اُسکے جوڑ کی تھیں
بولیں کہ طلب کیا ہے چلئے
اُٹھی اُسے جی کی طرح چھوڑا
ساتھ اُن کے وہ تا بہ محفل آئی
راجہ نے نگاہ کی غضب سے
بو آتی ہے آدمی کی لیجاؤ
شعلہ سا پری کا جسم کانپا
پریوں نے کشاں کشاں نکالا
کافور سی جل اُٹھی سراپا
جو آتش گل نہ لے چمن سے
جس رخ پہ تھی کاکل معنبر
جس جسم پہ تھی نفیس پوشاک
عیسیٰ نفس ایک خضر آئی
شعلہ سے زیادہ پاک داماں
ناچی گائی غریب ناچار
برخاست کا وقت صبحدم تھا
بولا جا یوں ہی آئیو روز
رخصت پاتے ہی وہ ہوائی

اُس نقش مراد کو جگایا
اندر کے اکھاڑے کی پری تھیں
جوڑا یہ خراب ہے بدلئے
بدلا مانند رنگ جوڑا
لرزاں لرزاں مقابل آئی
پوچھا کہ یہ بے حیائی کب سے
ناپاک ہے آگ اسے دکھاؤ
منھ دامن اشک تر سے ڈھانپا
صندل آتشکدے میں ڈالا
ٹھنڈی ہوئیں تھا جنھیں جلایا
جھونکا اُسے آگ میں جلن سے
تھا چشم زدن میں دود اخگر
شعلے کے سوا نہ کچھ تھا خاشاک
چھینٹے سے جلی ہوئی جلائی
آکر ہوئی انجمن میں رقصاں
اغیار اداسے کرلئے یار
راجہ وہ کہ صاحب کرم تھا
جل بجھ کے سدا اسنائیو سوز
پرّاں پرّاں ہوا سی آئی

Marfat.com

پشواز کنار حوض اتاری ۔ شب کی پوشاک پہنی ساری
بیتاب آرام گہ تک آئی ۔ ہمخواب کی آنکھ بند پائی
یوں سیج پہ آکے سوئی بیتاب ۔ جس شکل سے آئے آنکھ میں خواب
وہ آ ہوئے مست خواب خرگوش ۔ یعنی تاج الملوک بیہوش
اُس شب کو بغل میں آکے جاگا ۔ پر دوسری شب وہ جاگے جاگا
دیکھا تو وہ متصل نہیں ہے ۔ پہلو میں جگر کے دل نہیں ہے
حاجت کے گماں سے جب ہوئی دیر ۔ جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر
دائیں دیکھا نظر نہ آئی ۔ بائیں دیکھا کہیں نہ پائی
عورت تھی گمان بد سے کھٹکا ۔ جانا کہیں دل کسی سے اٹکا
اتر در نظر آیا در کا سایہ ۔ سمجھا وہ پلنگ چار پایہ
آنکھوں میں جو چھا گیا اندھیرا ۔ پل مارتے ہو گیا سویرا
جاگا تو پری بغل میں پائی ۔ وہ نقش وفا عمل میں پائی
دانستہ خبر ہوا نہ بیتاب ۔ گویا کہ وہ شب کا حال تھا خواب
جب مہر فلک گیا لب بام ۔ مہتابی پہ آیا مہ سر شام
معمول سے بزم میں ہوئے جمع ۔ مینا و کباب و مجمر و شمع
جام اُس نے بھرا کہا پیالے ۔ دل اسکا بھرا تھا جام کیا لے
ٹھانی تھی کہ آج رہ کے بیدار ۔ دیکھوں جاتی کہاں ہے عیار
بولا کہ ہیں درد سر کے کچھ طور ۔ میں آج نہ ہونگا شامل دور
ہٹ اُسنے جو کی تو ہاتھ مارا ۔ شیشہ ہوا چور چور سارا

Marfat.com

ہوتی ہے جو نوکِ شیشہ نشتر
چرکے لگے اُس کے انگلیوں پر

بیداریِ شب کی گھات پائی
حکمت سرِ دست ہاتھ آئی

کف میں نمکیں کباب لے کر
چھڑکا نمک اُن جراحتوں پر

بند آنکھیں کئے ہوئے شکر لب
بیدار رہا تو آخرِ شب

پریوں نے ہوا سے تخت اُتارا
ثابت ہوا ٹوٹتا ستارہ

سوتا اسے جانکر اُٹھی وہ
پوشاک بدلنے کو گئی وہ

اُس تخت کا یہ پکڑ کے پایہ
پوشیدہ ہوا برنگ سایہ

بن ٹھن کے جب آئی رشکِ ناہید
ذرہ ہوا ہمرکاب خورشید

جاتے ہی زمیں سے آسماں پر
پہونچی اُس بزم میں سماں پر

لوگوں سے بھرا وہ دائرہ تھا
پُر صوت و صدا وہ دائرہ تھا

ٹھکے پہ پہونچ کے تخت ٹھہرا
مرکز پہ وہ نجم بخت ٹھہرا

آتشکدہ پریوں نے بنا کر
پھینکا اُسے پھول سا اُٹھا کر

شہزادہ کہ زیرِ تخت زرکار
تھا پہلوئے گل میں صورتِ خار

فریاد نہ کرنے پایا مضطر
تاباں ہوئی راکھ میں سے اخگر

راجہ جس رُخ تھا محفل آرا
دل لینے اُدھر چلی دل آرا

ہمراہ چلا وہ چھوڑ پایہ
آگے تھی پری تو پیچھے سایہ

محفل میں جو آئی شمعِ محفل
پروانوں کا ہاتھ سے گیا دل

جو گاتی تھیں بیٹھیں مثلِ آواز
مجرے کو اُٹھی وہ صورتِ ناز

وہ ناچنے کیا کھڑی ہوئی تھی
خود راگنی آ کھڑی ہوئی تھی

Marfat.com

رقص اسکا اگرچہ خوشنما تھا / سنگت کا پکھاوجی تھکا تھا
شہزادے نے دیکھ دائیں بائیں / لیں طبلہ نواز کی بلائیں
آہستہ کہا کہو تو آؤں / فرماؤ تو بندگی بجاؤں
اُس نے جو پکھاوج اُسکو دی دی / کیفیت اتفاق نے دی
تھا سم پہ یہ اس پری کا نقشہ / سب آنکھ ملا کے کہتے تھے آ
محظوظ کیا جو سب کو یکبار / بخشا راجہ نے نولکھا ہار
انداز سے اس نے لیکے مالا / کاندھے پہ پکھاوجی کے ڈالا
برخاست کا تھا وہ رخصتی ہار / برہم ہوئی بزم اُٹھے سب اکبار
لے ہار وہ شاہزادہ فی الفور / پنہاں ہو زیر تخت اُسی طور
بادسحری چلی جو سن سے / وہ شمع سدھاری انجمن سے
خورشید سے پہلے اُڑ کر آئی / تاروں کی چھاؤں میں گھر آئی
وہ حوض کے رُخ چلی اُتر کر / یہ آنکھ بچا کے سوے بستر
وہ آئی تو غافل اسکو پایا / آغوش میں آ گلے لگایا
جب پردۂ صبح ہو گیا فاش / خنداں خنداں اُٹھا وہ بشاش
اس غنچہ دہن کا مُسکرانا / بیرنگ بکاولی نے جانا
ہنستے ہنستے کہا ہنسے کیوں / ہنستا نہیں بے سبب کوئی یوں
بولا وہ کہ خواب دیکھتا تھا / آتش پہ کباب دیکھتا تھا
بولی وہ کہ ہم بتائیں تعبیر / دلسوزی کریگا کوئی دلگیر
بولا وہ کہ رات کو اُفق میں / خورشید تھا آتش شفق میں

Marfat.com

بولی وہ کہ مہر سے شب روز	عالم میں رہو گے رونق افروز
بولا وہ کہ اک مقام ہو تھا	گلزار خلیل رو برو تھا
بولی وہ بشر ہو تم دلاور	سرسبز ہو قوم آتشی پر
بولا وہ دیکھی[لہ] اک شبستاں	شعلہ ہوا انجمن میں رقصاں
بولی کہ وہ شعلہ میں پری ہوں	جو ناچ نچاؤں ناچتی ہوں
بولا وہ کہ جب ہوا اجالا	بخشا مہ انجمن نے ہالا
ہالہ مہ انجمن کا کیا تھا	وہ ہار تھا جو گلے پڑا تھا
گھبرائی پری کہ ہیں یہ کیا ہے	بولا وہ کہ ہار نولکھا ہے
کاندھے پہ تھا جسکے رات ڈالا	پہچانتی ہو وہ طبلے والا
کیوں جی یہ اکیلے شب کو جانا	اوپر اوپر مزے اڑانا
یہ سن کے پری وہ سوختہ تن	بولی کہ سن اے صلاح دشمن
میں جا کے جلی تو غم نہیں ہائے	ڈر ہے کہ نہ تجھ پہ آنچ آجائے
میرے جلنے پہ خاک ڈالو	تم نام نہ واں کے چلنے کا لو
افروختہ آتش حسد ہے	جلنا یہ سپند چشم بد ہے
بولا وہ کہ یہ نہ ہوگا مجھ سے	میں دو قدم آگے ہوگا تجھ سے
سمجھاتی رہی اسے وہ دانا	لیکن اس نے کہا نہ مانا

لہ شبستاں اب مذکر ہے اور اس قسم کے جملہ الفاظ جن میں ستاں علامت کثرت کے لئے لگایا گیا ہو بتذکیر زبان پر آتے ہیں۔ جیسے گورستان۔ گلستان۔ کفرستان۔ بوستاں نخلستان وغیرہ ۱۲ آسی۔

Marfat.com

عازم ہوا شب کو آتے ہی تخت	یا قسمت یا نصیب یا بخت
واں جا کے وہ سوچی اسکو بے لاگ	لے چلیے تو راجہ لائے گا راگ
سنگت کا پکھاوجی بنا کے	گائی یہ غزل مقام پا کے

غزل

ساقی قدح شراب دیدے	مہتاب میں آفتاب دیدے
ساقی باقی جو کچھ ہو لے لے	باقی ساقی شراب دیدے
اُس بت سے نہیں سوال کچھ اور	اپنے منھ سے جواب دیدے
لیلے میں نے تجھے بنایا	مجنوں مجھ کو خطاب دیدے
اس گل سے نسیم زر نہیں مانگ	جو چاہے وہ بیحساب دیدے

نصف پتھر ہو جانا بکاولی کا راجہ اندر کی بد دعا سے اور بت خانے میں رہ کر ملنا تاج الملوک سے اور کھُدنا بت خانے کا رانی چترا وت کے حکم سے

ہے اب جو بیان سنگساری	یوں پائے قلم ہوا ہے بھاری
خوش لہجہ بہت بکاولی تھی	گائی[۱] اور ناچتی بڑی تھی

۱ گائی اور ناچتی کے بجائے بعض نسخوں میں گانی اور ناچنی ہے۔ لیکن وہ صحیح نہیں۔ اسلئے کہ گانی گانے والی کے معنی میں اور ناچنی ناچنے والی کے معنی میں کہیں مستعمل نہیں بلکہ بجائے ان کے۔ گائن۔ اور نچنی مستعمل ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

راجہ نے کہا کہ خوش ہوں تجھ سے
دکھلا کے اُسی پکھاوجی کو
ارماں یہی ہوس یہی ہے
مانگا جو بشر پری نے بیباک
بولا کہ اس آدمی کی یہ تاب
کھویا تجھے تیری آرزو نے
کی ہے حرکت خلاف آئیں
اس سختی سے کچھ دنوں رہے تو
قالب ترا انقلاب پائے
بارہ برس اس طرح گذر کر
اُس وقت جہاں تو چاہے جائے
روئی وہ بکاولی یہ سُن کے
خواہش جو بلائے جاں ہوئی وُہ
ناری تھی پری ہوا بتائی
سایہ سا زمیں پہ جب گرا وہ
سبزے کی دھوپ چھاؤں مخمل
چشمہ اک آفتاب سا تھا
پریاں کچھ اُدھر نہانے آئیں
بولیں یہ وہی پکھاوجی ہے

جو چاہے آج مانگ مجھ سے
مانگا کہ یہ دو بکاولی کو
خاطر کی مراد بس یہی ہے
راجہ اندر ہوا غضبناک
لے چشمۂ آفتاب سے آب
جا تیری سزا یہ ہے کہ تو نے
پتھر کا ہو نصف جسم پائیں
بعد اس کے خاک میں ملے تو
جامے میں تو آدمی کے آئے
پھر تجھ کو ملے پری کا پیکر
تو اُسکو ملے وہ تجھ کو پائے
تڑپا شاہزادہ سر کو دُھن کے
ہلکا ہوا یہ گراں ہوئی وہ
خاکی تھا بشر زمیں جھنکائی
اُفتاد کو سوچنے لگا وہ
صحرا میں بچھی تھی سو گیا۔ شل
عاشق کی طرح بھرا ہوا تھا
دیکھا وہ بشر تو کھلکھلائیں
عاشق جس پر بکاولی ہے

Marfat.com

وہ چونک کے بول اٹھا کہ اللہ — بتلاؤ کہاں ہے وہ کہا آہ
اندر کے غضب سے ہو کے تھر — ہے بت سی وہ ایک مٹھ کے اندر
پوچھا کہ کہاں کہا بہت دور — بولا وہ پھر کہا کہ مجبور
یہ کہہ کے اتاری سب نے پوشاک — باہر ہوئیں جامے سے وہ بیباک
پردے کا خیال کچھ جو آیا — تن چادر آب سے چھپایا
بے ننگ یہ سب نہا رہی تھیں — موجیں[1] باہم اڑا رہی تھیں
سوچا وہ کہ ان کو دیجیے جل — خس پوش کیے وہ جامۂ گل
جب خوب وہ شعلہ رو نہائیں — باہر بقصد آب و تاب آئیں
پوشاک دھری ہوئی نہ پائی — جانا کہ حریف نے اڑائی
جھک جھک کے بدن چراتی آئیں — رک رک کے قدم بڑھاتی آئیں
دکھلائی کسی نے چشم جادو — چمکائی کسی نے تیغ ابرو
جھنجھلا کے کہا کہ لاؤ مانو — ہم کو بھی بکاولی نہ جانو
بولا وہ چہ خوش تم ایسی کیا ہو — ڈرنے کا نہیں میں کیا بلا ہو
پوشاک جو لینی ہو تو پہنچاؤ — بولیں وہ چلو کہا قسم کھاؤ
عریانی کے ننگ سے لجائیں — ستار کی قسمیں سب نے کھائیں
شہزادے نے کر کے پاس ان کا — خلعت سا دیا لباس ان کا
پریاں ہوئیں رخصت سبھی خرسند — ہو جیسے ہوا حباب میں بند
شانے پہ چڑھا کے مثل گیسو — اس گل کو اڑایا صورت بو

[1] باہم موجیں اڑانا۔ مل جل کر عیش کرنا۔ یہاں اس محاورہ کا لانا لطف سے خالی نہیں ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

واقف اُس بتکدیسے تھیں وہ
سنگدیپ اسکو لے گئیں وہ

وہ جائے بکاؤلی بتائی
دیوانے کو باؤلی بتائی

بت خانے میں تھا طلسم کا در
ششدر رہا چار سمت پھر کر

عقدہ کھلا شام ہو کر اُسکا
شق مثل قمر ہوا در اُس کا

دیکھا تو وہ بت تھی مٹھ کے اندر
جسم آدھا پری تھا آدھا پتھر

تھا ناف سے لے کے تابہ پا سنگ
تھا گو وہ سریں کے آگے پا سنگ

پوجے جو قدم اُس آدمی نے
سینے سے لگا لیا پری نے

نرمی سے کہا بخیر گذری
کس سختی سے تم بغیر گذری

ہم پر تو پڑے وہاں یہ پتھر
تم کیونکر بچے کہا مقدر

گر پڑ کے زمیں پہ مثل شبنم
پھر پریوں کی مہر سے اُٹھے ہم

جذبہ تم پاس کھینچ لایا
سختی اب دور ہو خدایا

تا آخر شب فسانے کہہ کر
بولی وہ پری کہ لے دلاور

یہ در مانند چشم بے خواب
ہوتا ہے سحر کو بند بے تاب

پیش از دم صبح تم نکل جاؤ
کل پھر سر شام خیر سے آؤ

مصرف کو جو ہو ضرورت زر
زیور مرا مجھ سے لو یہ کہکر

کانوں میں سے موتی کچھ نکالے
دامن پہ مثال اشک ڈالے

صدقے وہ بشر ہوا پری کے
قدموں پہ گرا بکاؤلی کے

پانوں اُس کے چھوٹے تو یخ پائے
آنسو چھوڑے گہر اٹھائے

نکلا جیسے ہی مٹھ کے باہر
پتھرا گئی چشم حلقۂ در

Marfat.com

آنکھوں سے وہ دیکھتا ہوا شہر   آگے کو بڑھا چلا سوئے شہر
بازار میں جا کے بیچے گوہر   مفلس سے ہوا وہ صاحب زر
گھوڑا جوڑا نفر حویلی   جو جو شے چاہئے تھی لے لی
جب منزل شب میں رہرو روز   گو ہر شبنم آیا پر سوز
گنبد گردوں کا تھا جو بے در   تاباں ہوئے اس میں ماہ و اختر
سیاروں[1] سے کر کے استخارا   اُس بُرج کے رُخ وہ مہ سدھارا
دیکھا تو در قبول وا تھا   رگڑا اُٹھیں ایڑیوں پہ ماتھا
شب سایہ زلف میں بسر کی   لی صبح کے ہوتے راہ گھر کی
تقدیر نے راستا بھلایا   راجہ کے محل کی جانب آیا
چترادت اُس کی ماہ پارہ   غرفہ میں سے کرتی تھی نظارہ
دیکھا تو جوان تھا یہ تصویر   صورت پہ فدا ہوئی وہ بے پیر
یاں پردۂ در نظر سے گذرا   واں تیر نظر جگر سے گذرا
دستور تھا جسکو بیٹی چاہے   باپ اُسکا اُسی کے ساتھ بیاہے
راجہ سے یہ خوش خبر بیاں کی   مشاطۂ خوش ادا رواں کی
شادی کی خبر سے وہ یکایک   خوش خوش آئی کہا مبارک
اس شہر کا چترسین راجا   دختر رکھتا ہے ماہ سیما
ہر ملک کے شہریار آئے   ہر شہر کے تاجدار آئے

لہ یعنے ستاروں کا نکلنا ایک فال نیک سمجھا - استخارہ اہل تشیع میں تسبیح پر کیا جاتا ہے - دانوں سے ستاروں کو تشبیہ دیجا سکتی ہے ۱۲ آسی -

Marfat.com

راضی تجھ سے ہوئی وہ بے پیر — طالع قسمت نصیب تقدیر

بیجاں وہ ہوا کہا کہ جا جا — کیسی رانی کہاں کا راجا

دکھلا نہ مجھے ہرے ہرے باغ — غنچہ کی گرہ میں کیا ہے جز داغ

الفت میں ہے آبرو گنوانی — کب چشمۂ مہر میں ہے پانی

مکار تو مجھ سے کرتی ہے زور — دُر ہو مرے سامنے سے چل دُور

ہٹ دیکھ کے اسکی ہٹ گئی وہ — قسمت کی طرح پلٹ گئی وہ

پایا جو جواب منتظر نے — آنکھوں میں لگا خیال پھرنے

تقدیر کی بات ہونیوالی — زر سے ہوا اسکا ہاتھ خالی

من سانپ کا زان سے نکالا — بازار آیا وہ سروِ بالا

کیا جوہری مول کرتے اُسکا — راجہ تک رفتہ رفتہ پہونچا

جو مدعیوں کا مدعا تھا — موقع جو ملا تو کیا بُرا تھا

جھنجھلا کے ڈرا کے غل مچا کے — سمجھا کے دبا کے دست پا کے

من چھین کے چوری کے بہانے — بھیجا کھلے بندوں قید خانے

زنداں میں وہ نیم جان و بسمل — زنجیر میں پاؤں زلف میں دل

غم کھا کے لہو کے گھونٹ پینا — دم کے دھاگوں سے ہونٹ سینا

داروغۂ محبس جفا نے — رانی سے کہا کسی بہانے

یوسف کی خبر لے او زلیخا — زنداں میں ہے وہ عزیز مرتا

اس چاہ میں کام ہو نہ جائے — یہ ماہ تمام ہو نہ جائے

دانا تھی وہ چلنا نے آئی — بگڑے ہوئے کو منانے آئی

Marfat.com

دیکھا تو وہ سرنگوں تھا دلگیر — تھی حلقہ بحلقہ زلف وہ زنجیر
آنکھ اس سے نہ جب ملائی اُسنے — زنجیر اُسکی ہلائی اُس نے
پابند بلا وہ مبتلا تھا — کب اسکو خیال بند پا تھا
رانی نے جو بیدلی نگہ کی — بیڑی کٹوائی بے گنہ کی
قدموں پہ گری کہا اُٹھو آؤ — انکار و گریز جانے دو آؤ
اُٹھا وہ پری کی آرزو میں — یہ سمجھی کہ پھانسا گفتگو میں
واں دُھن کہ صنم سے کدخدا ہوں — یاں دھیان کہ بت کا پارسا ہوں
تجویز میں اپنے اپنے مفہوم — آئی تو محل میں مچ گئی دھوم
راجہ نے ستارہ داں بلایا — سعدین[1] کا زائچہ ملایا
دن ڈھل کے وہ ماہ نو سرِشام — غائب ہوا سیر کر کے کچھ گام
دروازے کا منھ کے دیدہ وا تھا — توبہ کا در کھلا ہوا تھا
آیا تو وہ کب سے تکتی تھی راہ — دیکھا تو کہا کہاں رہے واہ
دیکھے جو حنائی ہاتھ بے لاگ — تلووں سے پری کے لگ گئی آگ
پوچھا کہ بن آئی کس بنی کی — کس راہ کی زن نے رہزنی کی
توفیق یہاں تلک جو لاتی — منھدی پاؤں کی گھس نہ جاتی
قدموں سے لگا پسا ہوا وہ — منھدی کا جو رنگ تھا کہا وہ
رانی کی وہ مہر و سرگرانی — راجہ کی وہ قہر حکم رانی
من بیچتے اپنا قید ہونا — داموں کے لئے وہ صید ہونا

[1] سعدین - دو نیک ستارے ۱۲

چتراوت کا وہ آپ آنا
سب کہہ کے کہا خدا ہے دانا

شادی نہیں کچھ خوشی سے مانی
بے تیرے تھی مرگ زندگانی

غم تھا کہ ترے قدم سے چھوٹا
شادی کے بہانے غم سے چھوٹا

پیاری یہ نہیں حنائی چنگال
ہاتھ ایسے ملے کہ ہو گئے لال

زنجیروں سے پاؤں ہے نکالا
زلفوں پہ نہیں یہ ہاتھ ڈالا

کاٹے ڈسیں بال اگر چھوے ہوں
چھالے پڑیں گال اگر چھوے ہوں

بگڑی وہ کہ چل بنا نہ باتیں
مجھ سے کوئی سیکھے ایسی گھاتیں

میری تجھے ایسی کیا لگی تھی
تلووں سے ترے حنا لگی تھی

تنگ آیا تو دیکھ قید خانا
آسان نہیں کڑی اٹھانا

پتھر کی اگر کہو تو میں ہوں
فولاد جگر کہو تو میں ہوں

سہتی ہوں جہاں کی سختی سستی
آسایش جاں نہ تندرستی

اس تنگ قفس کو سمجھی ہوں باغ
سنگینی گراں نہ جلنے کا داغ

قسمت سے مفر ہے اب نہ مامن
پتھر کے تلے دبا ہے دامن

کب چاہیگی عقل مصلحت سنج
تم تو کرو شادی ہم کریں رنج

راضی ہیں خدا کی جو رضا ہو
ہوتی ہے سحر چلو ہوا ہو

وہ معتقد اس کے پاؤں چھو کر
اٹھا چھاتی پہ رکھ کے پتھر

آیا تو وہ نوعروس زیبا
بستر پہ تھی شکل نقش دیبا

۱؎ تو صرف قید خانہ کی سختی سے عاجز ہو گیا۔ مجھے دیکھ کہ کیا سختیاں اٹھا رہی ہوں سختیاں سہنا کچھ آسان نہیں ۱۲ ۲؎ مفر بھاگنے کی جگہ۔ مامن امن کی جگہ۔ پتھر کے تلے دامن دبنا۔ سے مراد کسی ناقابل برداشت اور سخت مصیبت میں مبتلا ہونا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

نیند آئی جو تھی بصد کدورت
تھی چیں بجبیں شکن کی صورت

سوئی تو تھی انتظار میں وہ
جاگی تو بلا کنار میں وہ

سوتے جو کٹی شبِ جوانی
سو خفتہ نصیبی اپنی جانی

تھے صبح سے دونوں شام جویاں
شب کو ہوئے داخل شبستاں

دونوں تھے تصوروں میں کامل
خلوت خانہ تھا گوشۂ دل

دو آنکھوں کی طرح ایکجا تھے
پر دل جو ملا نہ تھا جدا تھے

کروٹ لے کر وہ عنبریں مو
اُٹھ چلنے کا سوچتا تھا پہلو

چونکی ہوئی پیٹھ سے وہ دلگیر
آئینہ کی پشت پر تھی تصویر

حیرت چھائی تو کھو گئی وہ
غفلت آئی تو سو گئی وہ

غافل اسے چھوڑ کر اُٹھا یہ
لپکا تو پری کے رُخ گیا یہ

یہ جاگا ہوئی وہ فتنہ بیدار
دیکھا تو تھا نہ یہ جاے دلدار

دوری نے جو حد سے کی درازی
جانا کہ کہیں ہے عشق بازی

اس رات کو چونکی ہو رہی وہ
کل سمجھونگی کہہ کے سو رہی وہ

وقتِ سحر اسکو پا کے رانی
ہمبستر خواب سرگرانی

خلوت خانے سے باہر آئی
دربانوں کے پاس در پر آئی

حکم ان کو دیا کہ شام کو آج
جانا ہمراہ صاحبِ تاج

سایہ کی طرح سے ساتھ رہنا
جو آنکھ سے دیکھنا وہ کہنا

جسوقت چلا پری کا مانوس
سایہ سے پس قدم تھے جاسوس

وہ مٹھ وہ پری مقام دیکھا
وہ برج وہ مہ تمام دیکھا

Marfat.com

اک آن میں رانی پاس آیا
کی عرض کہ لو سراغ پایا

صورت یہ ہے جو نگاہ کی ہے
اک مٹھ میں مورت اک پری ہے

آنکھوں سے اس انجمن کو دیکھا
یکجا بت و برہمن کو دیکھا

لعل و گہر ایک درج میں ہے
شمس و قمر ایک برج میں ہے

آنکھ اسکی یہ سنکے خوں میں ڈوبی
مریخ بنی وہ ماہ خوبی

یاں اسنے کہا وہ برج کھدواؤ
واں بولی بکاولی کہ لو جاؤ

یاں سے چلے لوگ واں سے وہ زار
لپکا یہ ادھر ادھر وہ خونخوار

توڑا وہ مٹھ حباب آسا
پھوڑا جلے دل کا آبلہ سا

شہزادے کے آگے بیجانے
انعام دیا کھلے خزانے

پاس اسکا ذرا نہیں کیا کچھ
اور اس سے کہا کہ لو سنا کچھ

بنیاد فساد کھود ڈالی
جاسوسوں نے کھود کر نکالی

غائب رہتے تھے روز شب بھر
اب دیکھ لو جاکے خاک پتھر

سنتے ہی وہ بے قرار لپکا
دوڑا بے اختیار لپکا

دیکھا تو وہ ماہ رو نہ وہ برج
وہ لعل گراں بہا نہ وہ درج

شور اس نے کیا کہ کیا یہ شر ہے
آواز آئی کہ بے خبر ہے

بنیاد برافگنی کی بانی
ہے سوت مری تری دورانی

کھدوایا جب اسنے مٹھ بصد جور
رہنے کو ملا ہمیں مکاں اور

دل ٹھوکریں کھائی سخت تھیں سنگ
سنگست[۱] بجائے خویشتن سنگ

۱؎ سنگ بجائے خویش سنگ ہست یعنی اپنی جگہ بھاری ہے۔ فارسی کا محاورہ یا ضرب المثل ہے ۱۲ آسی

Marfat.com

ہونا تھا یہی تو شکوہ کیا ہے — جا کچھ دنوں صبر کر خدا ہے
حیرت زدہ چپ خموش سنسان — ٹوٹا ہوا دل بندھا ہو دھیان
آیا تو ہنسی وہ شوخ رانی — گویا ہوا وہ بخوش بیانی
تقدیر کو گل کھلانا تھا یوں — تو خار[٥١] سے بیخ کن ہوئی کیوں
دوراں کو تھا انقلاب منظور — مختار خدا ہے بندہ مجبور
اُس دن سے ہوا وہ اس سے مانوس — راتوں کو رہی وہ شمع فانوس
جب کام روا ہوئی وہ رانی — گذری بہزار کامرانی

پیدا ہونا بکاولی کا دہقان کے گھر میں اور جوان ہو کر ملنا تاج الملوک سے

نقطوں سے ہے اب قلم کا دہقاں — صفحے کی زمیں پہ دانہ افشاں
جب منھ کی رہی نہ بیخ و بنیاد — جیسے کہ ہو گرد باد برباد
دہقاں تھے نئے زمیں کے جویا — سرسوں کا کھیت انھوں نے بویا
جب چین سے کر چکے تردد[٥٢] — کھیتی کی ہوئی زمیں پہ داشد
دہقاں کی زوجہ کے کھلے بھاگ — کھانے لگی نوچ نوچ کے ساگ
کھاتے ہی حمل کا ڈھنگ پایا — سرسوں[٥٣] سا ہتیلی پر جمایا

٥١ یعنے تیرے دل میں جو خار تھا تو نے یہ بیخ کنی کیوں کی ١٢ ٥٢ تردد کرنا۔ کشتکاری کرنا ١٢ ٥٣ محاورہ ہتیلی پر سرسوں جمانا ہے۔ جلد سے جلد پھرتی سے کوئی کام کرنا ١٢ آسی۔

Marfat.com

وہ بانجھ تھی جب حمل قبولی
سرسوں[۱] آنکھوں میں سب کے پھولی

ایّام مقرری گذر کر
پیدا ہوئی اک حسینہ دختر

صورت میں پری جمال میں حور
فلفل سی وہ مہ تھی پیش کافور

مشہور ہوئی وہ ماہ پارہ
لوگ آنے لگے پئے نظارہ

وہ منتظر ظہور نیر نگ
یعنے تاج الملوک دل تنگ

چرچا سُن کر چلا کہ دیکھوں
دیکھا تو کھپا نظر میں افسوں

جانا کہ پری وہ سوختہ تن
سانچے میں سے ڈھلکے نکلی کندن

چہرے سے پری کا ڈھنگ پایا
اندر کا وہ قول یاد آیا

دہقاں سے کہا کہ سیم و زر لے
دولت صدقے یہ سیمبر دے

دہقاں نے کہا کہ میرے صاحب
یہ باتیں تمھیں نہیں مناسب

دختر جو پسند مہ لقا ہے
بکتی نہیں لعل بے بہا ہے

پھل سے نہیں پیڑ کو سروکار
جبتک کہ ہو کام کا نہیں بار

سمجھا وہ کہ میوہ ہے ابھی خام
عورت ہو جواں تو نکلے کچھ کام

یہ سوچ کے گھر پھرا وہ دلسوز
آیا کیا اسکو دیکھنے روز

دن دن اُسے ہو گیا قیامت
بوٹا سی بڑھی وہ سرو قامت

چلتی تو زمیں میں سرو گڑتے
باتیں کرتی تو پھول جھڑتے

خواہاں ہوئے ہم دگر اُسکے
دہقاں ہوئے خواستگار اُسکے

کہہ بے سر و برگی اپنی دہقاں
بولا کہ ہے رب کے ہاتھ ساماں

۱۔ آنکھوں میں سرسوں پھولنا۔ محاورہ ہے۔ نہایت شاد و خرم اور خوش ہونا ۱۲ آسی

Marfat.com

شہزادے نے ایکدن پھر آ کر
شادی کو کہا حیا اٹھا کر

دہقاں نے کہا کہ یا شہنشاہ
تم کوہ وقار ہیں، پر کاہ

صحبت ہی برابری میں زیبا
نسبت ہے برادری میں زیبا

دہقان زادی وہ بے محابا
بول اُٹھی کس آن سے کہ بابا

خواہاں سے مرے نہ ہو تو ناخوش
ہے دختر رز نصیب مے کش

مطلب کو سمجھ کے گھر پھرا وہ
وقت آنے کا منتظر رہا وہ

یاں تو یہ حساب کرتا تھا سن
واں لوگ ارم کے گنتے تھے دن

گذرا بارے جو عہد سختی
آئے ایام نیک بختی

دختر وہ پکڑ کے باپ کا ہاتھ
پچھواڑے مکاں کے لے گئی ساتھ

واں تھا کسی وقت کا دفینہ
دکھلا کے کہا یہ لے خزینہ

کہنا نہ کسی سے میں پری ہوں
تو کیا جانے بکاولی ہوں

اک آدمی زاد کی بدولت
لائی ترے گھر ہے مجھ کو قسمت

ناگاہ سمن پری لیے تخت
وارد ہوئی اور کہا کہ لے رخت

رخت اُسنے سج کے تخت اُڑایا
داماں نظر سے منھ چھپایا

جیتر ادت کا محل جدھر تھا
سوتا جس رخ وہ سیمبر تھا

واں جا کے ہوئی وہ نذر آگیں
پروانے کی اپنے شمع بالیں

بیدار کیا وہ ماہ پیکر
جاگا تو تھا آفتاب سر پر

اُٹھا جو وہ کہہ کے آؤ جانی
آواز سے چونک اُٹھی وہ رانی

منھ دیکھتے ہی بکاولی کا
سایہ اُسے ہو گیا پری کا

Marfat.com

بولی وہ بکاؤلی سیانی ہے سوت مری یہی وہ رانی
بولا وہ کہ لونڈی ہے تمھاری یہ کہہ کے اُسے کہا کہ پیاری
چھوٹی ہے مری تو ہاتھ اُنکے چل آ کہ چلا میں ساتھ اُنکے
رانی نے کہا کہ گو یہ ہے غیر میں تیری ہوں تو کسی کا ہو خیر
یہ بات بکاؤلی کو بھائی شہزادے کے ساتھ اُسے بھی لائی
اُٹھتے ہی وہ تخت سحر آگئیں کیا دور تھا گلشن نگاریں
مدت کے بعد گھر میں آئے کھوئے ہوئے جیسے سب نے پائے
فردوس کی بسوا وہ دلبر محمودا دیونی کی دختر
چترا وت چترسین کی جان آرام ارم بکاؤلی جان
ان چاروں میں ایک مست بادہ پورب کا وہ بادشاہزادہ
پانچوں سرپنجۂ وفا تھے یا خمسۂ مطلع صفا تھے
ہوتے ہی حواس[1] خمسہ مجموع آمد ہوئی اقربا کی مسموع
فیروز شہ جمیلہ دانا حسن آرا اور روح افزا
پورب کا وہ شاہ و شاہ بانو اطراف سے مملکت کے یں تو
جو جو آیا بلا تکلف اک قافلہ سے ملا وہ یوسف
سلطانوں کی قدردانیاں کیں مہمانوں کی میزبانیاں کیں
چندے رہا جمع بد و نیک رخصت ہوا رفتہ اک ایک

۱؎ حواس خمسہ سے مراد یہاں وہ پانچوں آدمی ہیں جن کا اوپر ذکر آ چکا ہے۔ ورنہ اصل مراد حواس خمسہ ظاہری سے ہے کہ شامہ۔ باصرہ۔ لامسہ۔ ذائقہ۔ سامعہ ہیں ۱۲ آسی۔

Marfat.com

روح افزا سے بکاولی کو ۔ الفت تھی روکی دل لگی کو
رکنا ہوا اس پری کا مشکل ۔ یہ دل لگی اب لگائے گی دل

عاشق ہونا بہرام وزیر زادہ تاج الملوک کا روح افزا پری پر اور شادی ہونی بکاولی کی سعی سے اور کامیاب رہنا

جب ختم یہ داستان آئی ۔ یوں شاخ قلم شگوفہ لائی
روح افزا کو بکاولی نے ۔ روکا جو یہاں کئی مہینے
اک شب کو وہ زلف مہ رخاں تھی ۔ یا آتش مہر کا دُخاں تھی
وہ مست مئے فسانہ گوئی ۔ مہتابی پہ چاندنی سی سوئی
سلطاں کا وزیر زادہ بہرام ۔ گلگشت چمن میں تھا گل اندام
نکلی دیکھی پری کی چوٹی ۔ ناگن سی اُسکے دل پہ لوٹی
کھٹکے سے مگر بکاولی کے ۔ بھاگا سایہ سے اس پری کے
جب کاکل شب سے روئے خورشید ۔ تاباں ہوا پھر بچشم اُمید
دیکھا تو وہ ماہ نو کا تھا برج ۔ رکھتا تھا دُر یگانہ وہ دُرج
بیتابی نے کچھ قرار پایا ۔ مجبوری میں اختیار پایا
مہتابی پہ چاندنی جب آئی ۔ سایہ نے پری پہ کی چڑھائی
اس فتنے کی خوابگہ تک آیا ۔ مانند شہاد مہ تک آیا
تجویز رہا تھا گھات گوں کی ۔ ناگاہ وہ مست خواب چونکی

Marfat.com

آغوش کی موج سے وہ مضطر ... مچھلی سی نکل گئی تڑپ کر
پیچھا کیے صحن تک وہ آیا ... مہتاب کے پیچھے جیسے سایا
ملتی اسے خاک وہ ہوائی ... انساں کو پری نہ ہاتھ آئی
ہوتے ہی سحر وہ روح افزا ... رخصت ہوئی گھر کو رکھ کے پردا
معشوق سے رہ گیا جو ناکام ... تھا غم سے کنار گور بہرام
تنہا وہ سمن پری تھی اک روز ... قدموں پہ گرا کہا بصد سوز
دل سے ہوں فدائے روح افزا ... مرتا ہوں برائے روح افزا
بولی وہ ارے بشر سڑی ہے ... روح افزا کیا بکا دلی ہے
شہزادے کے ڈھنگ پہ تو چل ... ہمتائے فلک نہ ہوگا بادل
بولا وہ کہ مجھ سے اس سے ہے راہ[له] ... شبنم کی ہے آفتاب کو چاہ
واقف تھی پری کے دیس سے وہ ... لے پہونچی زنانے بھیس سے وہ
فردوس میں مالن ایک تھی حور ... گل چہرہ پری بنفشہ مشہور
پوشیدہ گھر اسکے لائی اسکو ... منھ بولی بہن بتائی اسکو
فردوس کی سیر کے بہانے ... چھوڑا منزل پہ رہنمانے
روح افزا کے لیئے بنفشہ ... گلدستہ بناتی تھی ہمیشہ
حاجت کو ذرا گئی جو باہر ... بہرام نے پشت آئینہ پر
تحریر کیا کہ بے مروت ... آئینہ ہے تجھ پہ میری صورت
افسوس مجھے تو آرزو ہو ... اور آئینہ تیرے روبرو ہو

له راہ ہونا۔ تعلقات ہونا۔ مراسم ہونا ۱۲ آسی۔

Marfat.com

لیکن تو زبسکہ خود نما ہے
خود بینی سے جو کرے بجا ہے

یہ کہہ کے ہٹا تو مالن آئی
گلدستہ پری کے پاس لائی

روح افزا کا سنگار کرکے
محو اُسکی ہوئی جو پیار کرکے

اُلٹا اُسے آئینہ دکھایا
خط سمجھی وہ کاکلوں کا سایا

مضموں جو پڑھا پری تھی دانا
نقشِ عمل نگار خانہ

مشاطہ کو دیکھ کر اکیلی
بولی کہ بتاؤ یہ پہیلی

ہاتھ آکر جو نیائے وہ کون
ہو کر جو نظر نہ آئے وہ کون

سوچی تو نہ بوجھی وہ کہا کل
کہدونگی یہ کہہ کے آئی بیکل

بہرام اس سوچ کو سمجھکر
بولا کیا ہے کہا اُلجھکر

وہ جانتا تھا نہ اُس کو سوجھی
بولا لو بات کیا ہے بوجھی

ہاتھ آکے نیائے جو وہ مجذوب
ہو کر نہ دکھائی دے وہ محبوب

وہ سُن کے جو دوسرے دن آئی
تقریر سُنی ہوئی سُنائی

سمجھی وہ کہ پوچھ آئی ہے یہ
پوچھا کس نے بتائی ہے یہ

بولی وہ کہ ہاں مجھے نہ سوجھی
منہ بولی بہن نے میری بوجھی

روح افزا نے کہا کہ نادان
ہمراہ اُسے کیوں نہ لائی تو یاں

بولی وہ ابھی چلی میں لائی
جا کر طلبی اُسے سُنائی

اس مژدہ کا منتظر ہی تھا وہ
ساتھ اُسکے زنانہ[۵۱] میں گیا وہ

امرد[۵۲] کا لباس تھا زنانا
دھوکا کچھ کھا گئی وہ دانا

۵۱ زنانہ - زنانے مکان سے مراد ہے ۱۲ ۵۲ امرد - بے داڑھی مونچھ کا نوجوان لڑکا ۱۲ آسی

Marfat.com

پوچھا کہے نام کیا کہا ننگ — پوچھا کہ نشاں کہا دل تنگ
یہ سن کے اشارے سے بتایا — بادام بنفشہ کو دکھایا
وہ سمجھی کہا یہ پردہ پوشی — گندم کے بہانے جو فروشی
بہرام ہے تو ارے وہی چور — رہ تجھ کو بناؤں سحر سے گور
بدیں سمجھ کے گور کا نام — پنجرہ اک لائی وہ گل اندام
طوق اُس کو طلسم کا پنہایا — قمری اُسے سرو[۵۱] نے بنایا
دن بھر تو وہ فاختہ پڑھاتی — شب کو اُسے آدمی بناتی
غماز[۵۲] تھی اک خواص اسکی — دمساز تھی وقت خاص اُسکی
اکدن پنجرا اُڑا کے لائی — حسن[۵۳] آرا کو وہ کل سمجھائی
کھولا جو وہ بند سحر بنیاد — دیکھا تو مجسم آدمی زاد
گستاخ جو اس بشر کو پایا — غصہ غضب اس پری کو آیا
لوگوں سے کہا ہٹاؤ اسکو — آتشکدہ میں جلاؤ اسکو
لوگ اس کو لے چلے جلانے — تقدیر کے سنئے کارخانے
شہزادہ بکاولی کے ہمراہ — گذرا اُسی راستے سے ناگاہ
دیکھا تو وزیر زادہ بہرام — بوتہ[۵۴] میں تھا شکل نقرۂ خام
جلنے سے پناہ دے کے اسکو — فردوس میں آئے لے کے اُسکو
زندہ اُسے پا کے حسن آرا — بولی یہ کہ چور ہے ہمارا

۵۱ سرو سے مراد یہاں روح افزا ہے ۱۲ ۵۲ غماز چغل خور ۱۲ ۵۳ روح افزا کی ماں
۵۴ بوتہ۔ کٹھالی گھریا ۱۲ آتشی۔

Marfat.com

قابل یہ جلانے کے ہے فاسق — روح افزا کا بنا ہے عاشق

بولی وہ بکاولی کہ قرباں — یہ کونسی فہم ہے بچی جاں

پیاری کا جو اپنے ہو پیارا — کیونکر ستم اس پہ ہو گوارا

حسن آرا نے کہا بجا ہے — تم کیوں نہ کہو کہ خود کیا ہے ۱

بولی وہ کہ پھر عبث ہے انکار — جب عیب ۲ نہ تھا تو اب ہی کیا عار

کیا کہتی وہ دم بخود ثنا کی — سوچی سمجھی رضا خدا کی

مرسوم تھے جس طرح کے انداز — شادی کا خوشی خوشی کیا ساز

دو ساز طرب ملے خوش آہنگ — در راز ادب کھلے بصد ننگ

شادی جو ہوئی تو غم ہوا دور — فردوس ۳ سے گھر کو آئی وہ حور

گلزار جو اہریں ہیں آکر — آباد ہوئی وہ یاسمن بر

حاصل ہوئی ان گلوں کو یکجا — سیر شب زلف و صبح رخسار

جس طرح انھیں بہم ملایا — بچھڑے ہوئے سب ملیں خدایا

۱ یعنی تم تو یہی کرتی رہی ہو۔ تم نے آدمی زاد سے عشق کیا ہے ۱۲ ۲ یعنی آپ نے خود میری شادی کی سفارش کی تھی ۱۲ ۳ فردوس کی رعایت سے حور لایا گیا ہے ۱۲ آسی

تمت

بفضل عمیم خدائے کریم مثنوی بے مثل و نظیر دلکش باغ نعیم یعنی گلزار نسیم تصنیف لطیف پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی جو اپنی روش خاص میں انتخاب اور لپسند حضرات اولی الالباب ہے مع حواشی حسب الحکم عالیجناب راے بہادر منشی پراگ نرائن و منشی بشن نرائن صاحبان مالکان مطبع ہذا یکبار پھر با زیب و زینت ہزاراں ہزار مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر بانداز و ادائے دلفریب و دلکش محو کنندہ مشتاقان ہوئی

الحق یہ وہ مثنوی لاجواب ہے۔ جس کا مداح ہر شیخ و شاب ہے

Marfat.com